

مدیر اعلیٰ
مولانا محمد الیاس گھمن



شمارہ 03

مارچ 2013ء

جلد 02

فقہ کی اہمیت



سات فقہاء کا نظریہ حدیث



قرآن مجید کو بغیر وضو چھونے کا حکم



ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا



شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ



متکلم اسلام کا دورہ میانمار (برما)



یار زندہ صحبت باقی



مرکز اہل السنۃ والجماعۃ



فقیہ

ماہنامہ

شماره 3

مارچ 2013ء

جلد نمبر 2

مجلس ادارت

- مولانا محمد رضوان عزیز
- مفتی شبیر احمد حنفی
- مولانا محمد کلیم اللہ

ایجنسی ہولڈرز زمرہ لگائیں اور ہدیہ دینے والے اپنا نام لکھیں!

برائے رابطہ

مركز اہل السنة والجماعة

87 جنوبی لارڈز سٹریٹ

0332-6311808

www.ahnafmedia.com

بفیضان نظر
تَفِيحُ الْعَرَبِ عَارِفُ الْيَمِينِ حَقِيقَةُ الْقَدَرِ مَوْلَانَا
وَالْعَجْمُ عَارِفُ الْيَمِينِ حَقِيقَةُ الْقَدَرِ مَوْلَانَا
حکیم شاہ محمد اختر حفظہ اللہ

مدیر اعلیٰ

مولانا محمد البیاس گھمن

بیرون ممالک

امریکہ، اسٹریلیا، جنوبی افریقہ اور یورپی ممالک
35 ڈالر سالانہ
سعودیہ، انڈیا، متحدہ عرب امارات اور عرب ممالک
25 ڈالر سالانہ
ایران، بنگلہ دیش 20 ڈالر سالانہ

قیمت فی شمارہ 20/- روپے

240/- روپے

علاوہ ڈاک خرچ سالانہ زر تعاون

مركز اہل السنة والجماعة

فہرست

فقہ کی اہمیت 3

اداریہ

سات فقہاء کا نظریہ حدیث 7

علامہ خالد محمود مدظلہ

قرآن مجید کو بغیر وضو چھونے کا حکم 14

متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا 23

مولانا محمد عاطف معاویہ حفظہ اللہ

متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن کا دورہ میانمار (برما) 26

مولانا محمد علی

شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ 35

مولانا محمد زکریا پشاورى حفظہ اللہ

یار زندہ صحبت باقی 39

مفتی ابولبابہ شاہ منصور حفظہ اللہ

فقہ کی اہمیت

اداریہ

”اسلام“ اللہ تعالیٰ کا وہ پسندیدہ دین ہے جسے تاقیامت باقی رہنا ہے۔ اس کے سرچشمہ ہدایت اور دستور یعنی قرآن مجید کی حفاظت کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ہے۔ ارشاد باری ہے:

”إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ“ (حجر: 9)

ہم ہی نے قرآن کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کے نگہبان ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کے ہر گوشے کی حفاظت فرمائی اور اسے بہترین نمونہ قرار دیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ دراصل قرآن کریم کی تشریح و توضیح ہے جو آج بھی احادیث کی کتابوں میں موجود ہے۔ دین اسلام جو درحقیقت دستور حیات اور طرز زندگی کا نام ہے، کا مدار کتاب و سنت پر ہے۔ قرآن کریم جو منبع رشد و ہدایت اور اسلامی فقہ کا ماخذ اول ہے، نے انسانی زندگی کے لیے بنیادی زریں اصولوں کی نشاندہی کر دی ہے اور اس کے اجمالی احکام کی تشریح سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے میسر آجاتی ہے اور ان دونوں (قرآن و سنت) کی روشنی میں مشابہ اور ہم مثل مسائل پر قیاس کرتے ہوئے یا علت و حکمت کو پیش نظر رکھتے فقہاء کرام رحمہم اللہ نے نئے ابھرنے والے مسائل کا حل پیش کیا ہے۔

مسائل کے استنباط میں فقہی اختلاف کا ہونا ایک فطری امر ہے۔ چنانچہ

مختلف فقہی مکاتب فکر وجود میں آئے۔ ان میں سے صرف چار کو عالمگیر شہرت و مقبولیت حاصل ہوئی اور اہل حق کے نزدیک چاروں فقہاء کرام (امام اعظم ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ) اہل السنۃ والجماعت میں داخل ہیں اور انہیں ادب و احترام کی نگاہ سے دیکھنا از حد ضروری ہے۔ پھر ان چاروں میں سے سید الفقہاء، امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی شخصیت اور ان کی مرتب کردہ فقہ کو جو بے پناہ مقبولیت حاصل ہوئی وہ اہل نظر پر مخفی نہیں۔

ایک وجہ تو یہ ہے فقہ حنفی کا مدار قرآنی دلائل، احادیث نبویہ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فتاویٰ جات پر ہے۔ دوسری وجہ اس میں موجود کشف، جاذبیت اور معقولیت ہے۔ چنانچہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو جب کسی مسئلہ کا حل قرآن و سنت میں صراحتاً نہ ملتا تو آپ ان اقوال صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرف رجوع فرماتے جو اقرب الی القرآن والسنۃ ہوتے۔ اگر اقوال صحابہ رضی اللہ عنہم میں بھی مسئلہ کا حل نہ ملتا تو خدا داد صلاحیت کے بل بوتے پر اجتہاد فرماتے تھے۔

امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے ایک شوریٰ قائم فرمائی تھی جو چالیس صاحب علم و فضل شخصیات پر مشتمل تھی۔ جب کوئی ایسا مسئلہ پیش آتا جس کا حل قرآن و حدیث اور اقوال صحابہ میں نہ ملتا تو اجتہاد فرما کر مجلس شوریٰ کے سامنے بیان کرتے اور باوجود فقہی بصیرت، مہارت تامہ اور وسیع النظر ہونے کے صاف لفظوں میں یہ اعلان فرماتے: ”ہذا رای نعمان بن ثابت۔ یعنی نفسہ۔ وهو احسن ما قدرنا علیہ فمن جاء باحسن منه اولی بالصواب“۔ (حجۃ اللہ البالغہ 1/384)

یہ نعمان بن ثابت (یعنی میری رائے ہے) کی رائے ہے اور ہمیں جہاں تک

قدرت حاصل ہوئی اس میں یہ بہترین قول ہے اور جو کوئی اس سے بہتر قول پیش کر سکے تو وہ زیادہ صحیح ہے۔

ایک ایک مسئلہ پر مہینہ بلکہ اس سے بھی زیادہ مدت تک بحث و مباحثہ جاری رہتا مجلس شوریٰ میں سے ہر ایک زیر بحث مسئلہ پر رائے قائم کرتا۔ جب کسی رائے پر دلائل کھل کر سامنے آجاتے، ایک جانب رائج ہو جاتی تو امام صاحب کے حکم سے قاضی ابو یوسف رحمہ اللہ اس مسئلہ کو زیب قرطاس فرمالیتے اس طریقہ سے فقہ حنفی کی تدوین ہوئی۔

فقہ کی تدوین کی ضرورت کیوں پیش آئی؟ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ قرآن و سنت میں بہت سے مسائل و احکام کو وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے جیسے توحید، رسالت، اثبات قیامت، حرمت شراب، تجارت کی اجازت، حرمت سود، حرمت خنزیر، احکام طلاق اور احکام نکاح وغیرہ۔ مگر بہت سارے ایسے مسائل جو زندگی کے مختلف گوشوں سے متعلق تھے ان کے بارے میں صرف اصول و قواعد کے ذکر کرنے پر اکتفاء کیا گیا جو گردش زمانہ کے ساتھ انسانیت کے لیے مشعل راہ بن سکیں۔ مثال کے طور پر موجودہ زمانہ ہی کو دیکھ لیجئے کہ اس میں جدید ٹیکنالوجی مثلاً پرنٹ میڈیا، الیکٹرونک میڈیا کو بہت عروج حاصل ہو رہا ہے اور ہر آنے والا دن گذشتہ دن کی بنسبت مزید ترقی کی جانب گامزن ہے۔ امت کو آئے روز نئے مسائل کا سامنا ہے، جن کا حل قرآن و سنت اور اقوال صحابہ رضی اللہ عنہم میں واضح طور پر موجود نہیں۔ مثلاً شیرازی خرید و فروخت کا حکم، الکحل ملی ہوئی دوائیوں کا حکم، بیکاری کا مسئلہ، تکافل کی شرعی حیثیت، ٹیلیفون اور انٹرنیٹ پر نکاح کا شرعی حکم، زندہ

جانوروں کی تول کر خرید و فروخت کا حکم، کمپنیوں کے ملٹی لیول مارکیٹنگ اور ان کا شرعی حکم، فاریکس کے کاروبار اور اے ٹی ایم کارڈز کی شرعی حیثیت وغیرہ وغیرہ۔ تو فقہاء کرام جنہیں اللہ تعالیٰ نے فقاہت اور فہم و فراست کا غیر معمولی حصہ عطاء فرمایا اور جو قرآنی آیت: ”لعلہ الذین یستنبطونہ منہم الآیۃ“ (نساء: 83) کا مصداق ہیں وہ ان نصوص اور اصول و قواعد کی روشنی میں مسائل کا استنباط کر کے امت کے سامنے نمایاں فرمادیتے ہیں، فقہ حنفی پر ہزاروں، لاکھوں نہیں بلکہ بلا مبالغہ کروڑوں انسان پھولوں پہ شہد کی مکھی کی طرح امنڈ پڑے اور ان مسائل کو اپنے لئے کامیابی کا ذریعہ سمجھ کر قبول کر لیا۔

ایک بات کا یہاں ذکر کرنا مناسب ہے کہ فقہ قرآن و حدیث کے مقابل کوئی تیسرا علم نہیں بلکہ ان کی توضیح و تشریح کا نام ہے۔ بعض لوگ یہ باور کرانے کی کوشش کرتے ہیں کہ فقہ پر عمل کرنے والے قرآن و سنت کے تارک ہیں اور فقہ بدعت ہے۔ یہ لوگ درحقیقت مغالطہ دیکر سادہ لوح مسلمانوں کے دلوں میں ائمہ مجتہدین اور فقہ کے خلاف نفرت کا بیج بوتے ہیں اور یہ بات ارباب عقل و دانش سے پوشیدہ نہیں کہ فقہ و فقہاء سے نفرت گمراہی کا پہلا زینہ ہے، ورنہ اجتہاد کا وجود تو خود عہد رسالت میں بھی تھا جیسا کہ حدیث معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ اس پر شاہد ہے۔

عصر حاضر میں پائے جانے والے اختلاف اور فرقہ پرستی کا حل صرف اسی صورت ممکن ہے کہ ناقص العلم والعمل لوگ جو شائد اجتہاد کی ابجد سے بھی واقف نہ ہوں، کی ”تحقیقات“ کی بجائے ان فقہاء کی فقہ پر عمل کیا جائے جو صحیح معنوں میں قرآن و سنت کے صحیح عالم بھی تھے اور ان پر عامل بھی۔

سات فقہاء کا نظریہ حدیث

علامہ خالد محمود مدظلہ

پی۔ ایچ۔ ڈی لندن

الحمد لله وسلام على عباده الذين اصطفى اما بعد

جس طرح فقہ اور حدیث میں نسبت تضاد نہیں۔ محدثین اور فقہاء بھی ایک دوسرے کے ہم دوش چلے ہیں۔ ان میں بھی آپس میں کوئی تخالف نہیں۔ بعض کم علم لوگ فقہ کو اس طرح حدیث کا مخالف بتاتے ہیں جس طرح بعض دوسرے کم فہم حدیث کو قرآن کے مقابل لاکھڑا کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حدیث ایک عجمی سازش ہے جو لوگوں کو قرآن سے دور کرنے کی لیے کی گئی ہے۔ [معاذ اللہ]

ہم یہاں محدثین اور فقہاء دونوں کو ایک ساتھ ملا کر بیان کرتے ہیں اس سے علمی دنیا میں ہم آہنگی پیدا ہوگی۔ واللہ هو الموفق

ہم سب سے پہلے سات بڑے فقہاء کا نظریہ حدیث پیش کرتے ہیں جس سے پتہ چلے گا کہ وہ رائے کو حدیث کے سامنے کس طرح مسترد کرتے ہیں۔

1: حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ (۱۵۰)، 2: حضرت امام محمد رحمہ اللہ (۱۸۹)

3: حضرت امام مالک رحمہ اللہ (۱۷۹ھ)، 4: حضرت امام ابو یوسف رحمہ اللہ (۱۸۲)

5: حضرت امام زفر رحمہ اللہ (۱۵۸)، 6: حضرت امام شافعی رحمہ اللہ (۲۰۴)

7: حضرت امام احمد رحمہ اللہ (۲۴۱)

[1]: حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ 150ھ فرماتے ہیں: اذا جاءنا الحديث عن النبي صلى الله عليه وسلم نأخذ به، اذا جاءنا عن الصحابة يتخيرنا واذا جاءنا عن التابعين زاحمناهم۔

الانتقاء لابن عبد البر ص 141

ترجمہ: جب ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی حدیث پہنچے تو ہم اسی کے مطابق فیصلہ کرتے ہیں اور صحابہ رضی اللہ عنہم سے جب کوئی روایت پہنچے تو ہم ان میں سے کسی کے پیچھے ہو لیتے ہیں اور جب ہمیں کوئی بات تابعین رحمہم اللہ سے آئے تو ہم ان کے برابر اپنی بات لاتے ہیں (خود اجتہاد کرتے ہیں)

حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ یہ بھی فرماتے ہیں: اخذ بكتاب الله فما لم اجد فبسنة رسول الله صلى الله عليه وسلم والآثار الصحاح عنه التي فشت في ايدي الثقات فان لم اجد فيقول اصحابه اخذ بقول من شئت واما اذا انتهت الامر الى ابراهيم والشعبي والحسن والعطاء فاجتهد كما اجتهدوا

المناقب للذهبي ص 20، ولم يويده مافي تاريخ بغداد ج 13 ص 368

ترجمہ: میں کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ کرتا ہوں۔ اگر مجھے وہاں بات نہ ملے تو پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور آثار صحیحہ جو ثقہ راویوں کے پاس ثقہ راویوں سے پہنچی ہو ان کے مطابق فیصلہ کرتا ہوں۔ اگر میں وہاں بھی بات نہ پاؤں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے جس کی بات چاہوں لے لیتا ہوں لیکن جب معاملہ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ، علامہ شعبی رحمہ اللہ، حسن بصری رحمہ اللہ اور عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ تک پہنچے تو میں اسی طرح اجتہاد کرتا ہوں جس طرح ان حضرات نے اجتہاد کیا ہے۔

ان حضرات سے روز روشن کی طرح واضح ہے کہ حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اپنی اور اپنے اساتذہ کی رائے پر حدیث اور آثار صحابہ کو بہر حال مقدم کرتے ہیں اور حدیث کے ہوتے ہوئے محض رائے سے دین کی بات کہنا جائز نہ سمجھتے تھے۔ آپ فرماتے ہیں:

لم تزل الناس في صلاح ما دام فيهم من يطلب الحديث فإذا طلبوا العلم بلا حديث فسدوا،

میزان کبریٰ للشعرانی ج 1 ص 51

حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اياكم والقول في دين الله بالراي وعليكم بالسنة فمن خرج عنها ضل

میزان کبریٰ للشعرانی ج 1 ص 50

ترجمہ: دیکھنا! اللہ کے دین میں رائے سے بات کہنے سے بچنا، تم پر سنت کی اتباع لازم ہے، جو سنت سے نکلا اس نے رستہ کھو دیا۔

سنت کا ثبوت کمزور سند سے بھی ملے تو رائے سے مسئلہ بتانے سے بہتر ہے۔ خلیفہ ابو جعفر منصور کے پاس کسی نے شکایت کی کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ حدیث کی پرواہ نہیں کرتے۔ ابو جعفر نے پوچھا تو آپ نے فرمایا:

اے امیر المؤمنین! تم نے غلط سنا ہے۔ میں سب سے پہلے کتاب اللہ پر عمل کرتا ہوں، اس کے بعد سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اور پھر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے فیصلوں پر، پھر باقی صحابہ رضی اللہ عنہم کے فیصلوں پر۔ جب صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کسی مسئلے میں مختلف ہوتے ہیں تو بحالت مجبوری قیاس کرتا ہوں (اور ان میں سے کسی کی بات کو ترجیح دیتا ہوں) [میزان کبریٰ للشعرانی ج 1 ص 77]

جو شخص یہ کہے کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ قیاس کو حدیث پر مقدم کرتے تھے، اس کے بارے میں علامہ شعرانی لکھتے ہیں:

جاننا چاہیے کہ یہ کلام اس شخص کا ہے جو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے تعصب رکھنے والا اور اپنے دین میں دلیر ہے اور بات چیت میں احتیاط کرنے والا نہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے غافل ہے کہ بے شک کان، آنکھ اور دل؛ ان سب کے بارے میں اس شخص سے پرسش کی جائے گی۔ [میزان کبریٰ للشعرانی ج 1 ص 174]

آگے جا کر لکھتے ہیں: اگر اس پر بھی کوئی اعتراض کرنے سے باز نہ آئے تو میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اس کا سبب سوائے اس کے کہ وہ قلبی بینائی سے کور ہے، اور کچھ نہیں۔ [میزان کبریٰ للشعرانی ج 1 ص 192]

پیش نظر رہے کہ علامہ شعرانی رحمہ اللہ 976ھ کوئی حنفی المذہب بزرگ نہیں کہ اپنے امام کا دفاع کر رہے ہوں، آپ شافعی المذہب تھے۔ یہ آپ کی انصاف پسندی ہے کہ حق بات کو حق کہہ گئے آپ ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

ایک مرتبہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی خدمت میں ایک شخص آیا اور اس نے کہا کہ ہم کو حدیث سے الگ کرو۔ امام صاحب نے اس کو سختی سے ڈانٹا اور فرمایا: اگر حدیث نہ ہوتی تو ہم میں سے کوئی آدمی قرآن مجید کو نہ سمجھ پاتا۔ پھر آپ نے اس شخص سے سوال کیا کہ بندر کے گوشت کے بارے میں تم کیا کہتے ہو، کیا قرآن میں اس کی حرمت یا حلت کی کوئی دلیل ہے؟ وہ شخص لا جواب ہو گیا اور ساکت ہو گیا۔ پھر اس شخص نے آپ سے پوچھا کہ آپ کی اس میں کیا رائے ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ بندر بھیمہ

الانعام یعنی چار پایہ جانوروں میں سے نہیں ہے یعنی حلال نہیں۔ [المیزان ج 1 ص 158]

ادب کیا ہے؟

ادب ایسی چیز ہے جس کے اختیار کرنے سے انسان بلندیاں حاصل کر سکتا ہے۔ مثل مشہور ہے: با ادب با نصیب، بے ادب بے نصیب۔ ادب کیا ہے؟ اسے عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم نے اپنے ایک ملفوظ میں بیان فرمایا۔ افادہ عام کے لیے ہدیہ قارئین ہے۔ از مفتی شبیر احمد حنفی

عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم نے

ارشاد فرمایا:

”اور ادب کیا چیز ہے، سن لیجئے! دین کی کتاب پر ٹوپی کو مت رکھو، اسی طرح قلم، چشمہ اور مسواک وغیرہ کو بھی کتاب پر نہ رکھو، قرآن شریف پر بخاری شریف کو مت رکھو کیونکہ قرآن شریف اللہ کا کلام ہے اور بخاری شریف پر فقہ کی کتاب مت رکھو کیونکہ بخاری شریف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام ہے اور فقہ پر تصوف کی کوئی کتاب نہ رکھو۔ ہر چیز کا مرتبہ الگ ہے اور اپنے بڑوں کا ادب رکھو۔ جب اپنا کوئی بڑا خصوصاً اپنا شیخ تقریر کر رہا ہو تو خود مت بولو۔ اس وقت اگر کوئی علمی نکتہ ذہن میں آجائے تو یہ نہ کہو کہ حضرت! مجھے ایک بات یاد آگئی، میں نے فلاں کتاب میں یہ پڑھا تھا، یہ سخت بے ادبی ہے۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں مفتی شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ، مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا بنوری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا سید سلیمان ندوی جیسے بڑے بڑے علماء سب خاموش رہتے تھے۔ میر مجلس کے متعلق یہ حسن ظن رکھنا چاہیے کہ اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے علوم کی بارش ہو رہی ہے، تم بولو گے تو اس بارش میں دخل انداز ہو گے، لہذا اللہ تعالیٰ کے فضل میں دخل انداز مت

ہو۔ خاموشی سے سنو۔ اسی لیے اللہ نے کان دو دیئے ہیں اور زبان ایک دی ہے۔ لہذا ایک بولو اور دو سنو یعنی بولو کم اور سنو زیادہ۔ حکیم الامت تھانوی فرماتے ہیں کہ چھوٹا بچہ پیدا ہونے کے بعد پہلے بولتا نہیں، ماں باپ کی سنتا ہے پھر اس کے بعد صحیح بولتا ہے اور جو بچہ بہرا ہو ماں باپ کی گفتگو نہ سنتا ہو، وہ بول نہیں سکتا۔ ہر بہرا گونگا ہوتا ہے، دنیا میں جتنے گونگے ہیں سب بہرے ہیں، ان کے کان نہیں ہوتے اور جو کان بنتا ہے اس کو زبان ملتی ہے۔ لہذا شیخ کی بات کے لیے سراپا کان بن جاؤ۔ پھر ان شاء اللہ ایسی زبان عطا ہوگی کہ دنیا حیران ہوگی۔

قونیہ میں مولانا کے اشعار کی یہ شرح بیان ہوئی جس کا اس بس میں دوبارہ مذاکرہ ہو گیا۔ مثنوی الہامی کتاب ہے، ساڑھے اٹھائیس ہزار اشعار کہنا آسان کام نہیں ہے جب تک اللہ تعالیٰ کی مدد نہ ہو۔ مولانا پر جب مثنوی وارد ہوتی تھی تو مولانا کے سب سے پیارے مرید اور خلیفہ مولانا حسام الدین اس کو جلدی جلدی لکھتے جاتے تھے۔ مولانا رومی کو مولانا حسام الدین سے بے انتہاء محبت تھی۔ پوری مثنوی میں جگہ جگہ مولانا نے انہی کا نام لیا ہے۔ مولانا ان سے اتنی محبت اور اتنا اکرام کرتے تھے کہ لوگوں کو یہ شبہ ہوتا تھا کہ یہ مولانا کے شیخ ہیں، دیکھئے فرماتے ہیں۔

اے حسام الدین ضیائے ذوالجلال

اے حسام الدین! تم اللہ کی روشنی ہو۔ یہ پیر کہہ رہا ہے اپنے خلیفہ کے لیے:

میل می جوشد مرا سوائے مقال

جلدی سے قلم کا غلاؤ، پھر مجھے مثنوی الہام ہو رہی ہے، اللہ تعالیٰ اپنے دریائے علم سے پھر مجھے کچھ دے رہا ہے جس کی وجہ سے مجھے مثنوی کہنے کا جوش ہو رہا ہے۔ مولانا پر تو

کیفیت طارہ ہوتی تھی جب مثنوی وارد ہوتی تھی تو مولانا حسام الدین ہی اس کو لکھتے تھے، ان ہی کی محنت سے مثنوی محفوظ ہوئی۔ فرماتے ہیں ؎

اے حسام الدین ضیاء الدین بسے

میل می جو شد بہ قسم سادے

دفتر ششم مثنوی کا آخری دفتر ہے اور جس جنگل میں یہ لکھا گیا ہے ہمارے رہبر سفر مسٹر صائم ہم لوگوں کو وہاں لے گئے تھے اور بتایا تھا کہ یہ وہ جنگل ہے جہاں مثنوی کا آخری دفتر لکھا گیا۔ مولانا فرماتے ہیں کہ اے حسام الدین مثنوی کا چھٹا دفتر کہنے کا مجھے جوش اٹھ رہا ہے اور پھر فرماتے ہیں کہ کچھ دن کے لیے جو میں نے مثنوی لکھنا بند کر دیا تھا اس کی وجہ یہ تھی۔ ؎

مدتے در مثنوی تاخیر شد

ہلتے بایست تاخوں شیر شد

کچھ دن جو مثنوی بند ہو گئی تھی اس کی وجہ یہ ہے کہ جب ماں مسلسل دودھ پلائے گی تو دودھ کی بجائے خون آنے لگے گا، لہذا کچھ وقفہ چاہیے کہ اس کا خون پھر دودھ میں تبدیل ہو جائے۔ لہذا جب یہ وقفہ مل گیا تو اب علم کا دودھ پھر سینہ میں جوش کر رہا ہے، پس اس کو لکھ لو اور محفوظ کر لو کہ تم ہی اس کے اہل ہو۔ پھر جوش محبت میں مولانا حسام الدین کے لیے فرماتے ہیں کہ اے حسام الدین! میں جو تمہاری تعریف کرتا ہوں تو تمہارے بعض پیر بھائی جو نسبت مع اللہ سے محروم مثل مٹی کے ہیں، چہ میگوئیاں کر رہے ہیں۔

فقہ المسائل:

قرآن مجید کو بغیر وضو چھونے کا حکم

متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھسن حفظہ اللہ

سوال:

ڈاکٹر ذاکر نانیک کے ایک لیچر میں سنا کہ وہ قرآن مجید کو چھونے کے لیے وضوء کو ضروری قرار نہیں دیتے بلکہ قرآن کی آیت: لَا يَمَسُّهُ إِلَّا الْبُطْهُرُونَ کے متعلق کہتے ہیں کہ جو لوگ اس سے انسانوں کے لیے وضوء کو ضروری قرار دیتے ہیں، ان سے غلط فہمی ہوئی ہے۔ ان کی تقریر کا خلاصہ یہ ہے:

1: آیت قرآنی [واقعہ: 79] کا شان نزول دیکھیں تو پتہ چلتا ہے کہ مشرکین یہ اعتراض کرتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جو قرآن کی وحی کی جاتی ہے، یہ نعوذ باللہ شیطان القاء کرتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے جواب دیا کہ قرآن لوح محفوظ میں ہے اسے صرف پاک نفوس ہی چھو سکتے ہیں اور وہ صرف اور صرف فرشتے ہیں، شیطان اس میں دسترس نہیں کر سکتا۔ لہذا اس آیت سے دلیل نہیں پکڑی جاسکتی۔

2: بہت سے لوگ سمجھتے ہیں کہ اگر آپ وضو کر لیں تو آپ ”مطہرین“ بن جائیں گے۔ کیونکہ طہارت سے سو فیصد پاکی مراد ہے، یعنی ایسی ہستیاں جو ذہن، بدن اور خیالات ہر اعتبار سے پاک ہوں، صرف بدنی پاکی مراد نہیں بلکہ وہ مراد ہیں جو سو فیصد معصوم ہوں اور وہ صرف فرشتے ہی ہو سکتے ہیں نہ کہ انسان، اور طہارت کا معنی ”صرف بدن کا پاک ہونا نہیں“ درست نہیں بلکہ اس سے انتہائی پاکیزگی مراد ہے۔

3: لا یمسہ، کا مطلب ہے ”نہیں چھو سکتے“، حالانکہ ایک غیر مسلم قرآن کا نسخہ 150 روپے میں بازار سے خرید لاتا ہے اور چھو لیتا ہے، میں چھو سکتا ہوں (چنانچہ خود چھو کر دکھاتا ہے) تو اگر قرآن میں مراد انسان ہوتے تو ناپاک ہونے کی حالت میں کبھی نہ چھو سکتے۔ معلوم ہوا یہ حکم فرشتوں کے متعلق تھا انسانوں کے متعلق نہیں ہے۔

4: اگر کوئی وضو میں ہے اور قرآن کو چھوتا ہے تو یہ مستحب ہے، فرض نہیں۔ وضو تو نماز کے لیے ضروری ہے۔ قرآن کی کوئی آیت اور کوئی حدیث یہ نہیں کہتی کہ قرآن کو چھونے کے لیے وضو کرنا ضروری ہے۔

براہ مہربانی تحقیقی جواب دے کر مسئلہ واضح فرمائیں۔

مجیب الرحمن۔ لاہور

جواب:

قرآن مجید کو چھونے کے لیے وضو کرنا ضروری ہے، بغیر وضوء کے قرآن کو چھونا جائز نہیں۔ چند دلائل یہ ہیں:

1: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: لَا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ [سورة الواقعة: 79]

ترجمہ: اس کو وہی لوگ چھوتے ہیں جو خوب پاک ہیں۔

اس آیت کی تفسیر میں علامہ عبد اللہ بن احمد النسفی رحمہ اللہ [م ۷۰۱ھ] فرماتے ہیں:

وإن جعلتها صفة للقرآن فالمعنى لا ينبغي أن يمسّه إلا من هو على

الطهارة من الناس [مدارك التنزيل: ۲ / ۶۴۲]

ترجمہ: لَا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ کو اگر قرآن کی صفت قرار دیا جائے تو آیت کا معنی یہ ہو گا کہ قرآن کو وہی لوگ چھوئیں جو پاک ہوں۔

علامہ آلوسی بغدادی رحمہ اللہ [م ۱۲۷۰ھ] فرماتے ہیں:

وكون البراد بهم المطهرين من الأحداث مروى عن محمد الباقر على آباءه وعليه السلام وعطاء وطاوس وسالم [روح المعاني للآلوسی ج 14 ص 154]

کہ ”مطہرون“ سے مراد وہ لوگ ہیں جو حدث سے پاک ہوں (یعنی انسان مراد ہیں) یہ موقف امام محمد باقر، امام عطاء، امام طاوس اور حضرت سالم سے مروی ہے۔

اگرچہ بعض حضرات نے اس آیت میں ”مطہرون“ سے مراد فرشتے لیے ہیں، لیکن مفسرین کی اکثریت نے عموم الفاظ اور احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیش نظر اس سے انسان مراد لیے ہیں۔ ملا جیون رحمہ اللہ [م ۱۱۳۰ھ] فرماتے ہیں:

الاكثر على انه نفى بمعنى النهي، و ان الضمير المنصوب راجع الى القرآن۔۔۔ ای لا يمس هذا القرآن الا المطهرون من الاحداث فلا يمسه المحدث والجنب ولا الحائض ولا النفساء [تفسيرات احمدية: ص ۶۸۳ سورة الواقعة]

کہ اکثر مفسرین کا موقف یہ ہے کہ یہاں نفی نہی کے معنی میں ہے اور ضمیر منصوب قرآن کی طرف راجع ہے یعنی اس قرآن کو وہی لوگ چھوئیں جو احداث سے پاک ہوں۔ لہذا قرآن کو بے وضوء، جنبی، حائضہ اور نفاس والی عورت نہ چھوئیں۔

علامہ شامی رحمہ اللہ [م ۱۲۵۲ھ] دونوں احتمال ذکر کرنے کے بعد مندرجہ بالا تفسیر کو اکثر مفسرین کا موقف قرار دیتے ہیں، چنانچہ لکھتے ہیں:

وَعَلَى الثَّانِي الْمُرَادُ مِنْهُمْ النَّاسُ الْمُطَهَّرُونَ مِنَ الْأَحْدَاثِ وَعَلَيْهِ أَكْثَرُ الْمُفَسِّرِينَ [رد المختار: كتاب الطهارة]

ترجمہ: دوسرے احتمال کے مطابق اس [المطہرون] سے وہ لوگ مراد ہیں جو حدث سے پاک ہوں اور یہی اکثر مفسرین کا موقف ہے۔

حافظ ابو بکر رحمہ اللہ [م ۳۷۰ھ] نے اسی تفسیر کو رائج قرار دیا ہے۔ چنانچہ

حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ کی حدیث سے استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

انه كتب في كتابه لعمر بن حزم: ولا يمس القرآن الا طاهر فوجب ان

يكون نهيه ذلك بالآية [احكام القرآن: ج ۳ ص ۶۲۱]

ترجمہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خط میں جو حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ کے ہاتھ (اہل یمن کو) بھیجا تھا، لکھا: ”قرآن کو صرف پاک لوگ ہی چھوئیں“،
تو عین ممکن ہے کہ آپ کا یہ فرمانا اسی آیت کی وجہ سے ہو۔

2: حضرت عبد الرحمن بن یزید سے روایت ہے، فرماتے ہیں:

كُنَّا مَعَ سَلْمَانَ فِي حَاجَةٍ، فَذَهَبَ فَقَطَعَ حَاجَتَهُ ثُمَّ رَجَعَ، فَقُلْنَا لَهُ: تَوَضَّأَ
يَا أَبَا عَبْدِ اللَّهِ لَعَلَّنَا أَنْ نَسْأَلَكَ عَنْ آيٍ مِنَ الْقُرْآنِ، قَالَ: قَالَ: فَاسْأَلُوا، فَإِنِّي لَا
أَمْسُهُ، إِنَّهُ لَا يَمْسُهُ إِلَّا الْبَطْهُرُونَ، قَالَ: فَسَأَلْنَاهُ، فَقَرَأَ عَلَيْنَا قَبْلَ أَنْ يَتَوَضَّأَ.

مصنف ابن ابی شیبہ: فی الرجل یقرأ القرآن وهو غیر طاهر، مصنف عبدالرزاق
ج 1 ص 263 رقم 1327 باب القراءة علی غیر وضوء،

کہ ہم حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے پاس کسی کام کے سلسلے میں بیٹھے ہوئے
تھے۔ آپ قضاء حاجت کے لیے تشریف لے گئے، جب واپس آئے تو ہم نے عرض
کی: (آپ وضوء کر لیں) ہم قرآن کی چند آیات آپ سے پوچھنا چاہتے ہیں۔ آپ نے
فرمایا: پوچھو! کیوں کہ میں قرآن کو ہاتھ نہیں لگاؤں گا، اسے تو صرف پاک لوگ ہی
چھوتے ہیں۔ عبد الرحمن بن یزید کہتے ہیں کہ ہم نے آپ سے چند آیات پوچھیں تو
آپ نے وضوء کرنے سے قبل مطلوبہ آیات پڑھیں۔

اس سے واضح ہوا کہ مس قرآن کے لیے وضوء شرط ہے، البتہ تلاوت

قرآن بغیر وضوء کے کی جاسکتی ہے۔

امام حاکم اور امام ذہبی رحمہما اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث امام بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ کی شرط کے مطابق صحیح ہے۔

مستدرک الحاکم مع التلخیص ج2 ص519 تفسیر سورۃ الواقعہ

3: حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں روایت کرتے ہیں:

أَنَّهُ كَتَبَ إِلَى أَهْلِ الْيَمَنِ بِكِتَابٍ فِيهِ الْفَرَائِضُ وَالسُّنَنُ وَالِدِّيَّاتُ وَبَعَثَ بِهِ مَعَ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ، فَذَكَرَ الْحَدِيثَ وَفِيهِ: «وَلَا يَمَسُّ الْقُرْآنَ إِلَّا طَاهِرٌ».

السنن الكبرى بیہقی ج1 ص87 رقم 416 باب نہی المحدث عن مس المصحف، موطا امام محمد

ص163 رقم 296 باب الرجل يمس القرآن وهو جنب او على غير طهارة

کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل یمن کی طرف ایک خط لکھا، جس میں فرائض، سنن اور دیت کے احکامات تھے، یہ خط حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ کے ہاتھ (اہل یمن کو) بھیجا، منجملہ اس خط میں یہ بھی لکھا تھا: ”قرآن کو صرف پاک لوگ ہی چھویں“

4: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل فرماتے ہیں:

لا يمس القرآن إلا طاهر [المعجم الصغير للطبرانی ج2 ص139 حدیث 1162،]

کہ قرآن کو صرف پاک لوگ ہی چھویں۔

علامہ بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس روایت کے راویوں کی توثیق کی گئی ہے،

یعنی یہ راوی ثقہ ہیں۔ [جمع الزوائد: ج1 ص387 باب فی مس القرآن]

5: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں مروی ہے:

أَنَّهُ كَانَ لَا يَمَسُّ الْمُصْحَفَ إِلَّا وَهُوَ طَاهِرٌ [مصنف ابن ابی شیبہ ج 2 ص 256]

رقم 7506 باب فی الرجل علی غیر وضوء والحائض یمس المصحف

کہ آپ مصحف کو صرف پاک ہونے کی حالت میں چھوتے تھے۔

ان دلائل سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ قرآن مجید کو چھونے کے لیے پاک ہونا

ضروری ہے۔ جمہور امت کا یہی موقف ہے۔ مدینہ منورہ کے سات فقہاء [فقہاء

سبعہ] کا بھی یہی موقف ہے۔ [السنن الکبریٰ للبیہقی: ج ۱ ص ۸۸، باب نہی المحدث عن مس

المصحف]

حضرت علی، حضرت ابن مسعود، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت سعید

بن زید، امام عطاء، امام زہری، امام ابراہیم نخعی، امام حکم، امام حماد اور فقہاء کی ایک عظیم

جماعت کا یہی موقف ہے جن میں امام مالک اور امام شافعی شامل ہیں۔

البحوث العلمیۃ: ج ۶ ص ۲۷۵، من احکام القرآن الکریم

اور حضرات احناف کا بھی یہی موقف ہے۔

رد المحتار: کتاب الطہارۃ، بدائع الصنائع: مبحث مس المصحف

ڈاکٹر ذاکر نائیک کے شبہات کی حقیقت:

ڈاکٹر صاحب کے شبہات کے جوابات بالترتیب پیش خدمت ہیں:

جواب شبہ 1:

وہ آیات جو کسی خاص پس منظر کے تحت نازل ہوئی ہوں لیکن الفاظ عام

استعمال کیے گئے ہوں تو جمہور علماء و فقہاء کے نزدیک سبب نزول کے اس خاص واقعہ

کے بجائے الفاظ کے عموم کا اعتبار ہو گا۔ اس قاعدہ کے لیے علماء اصول اور ارباب تفسیر

کے ہاں ایک جملہ مشہور ہے:

العبرة لعموم اللفظ لا لخصوص السبب. [كشف الاسرار: باب حكم الاجماع

۳/ ۲۶، تفسیر القرطبی: سورة الاعراف، الاية ۳۱]

کہ الفاظ کے عموم کا اعتبار ہو گا نہ کہ سبب نزول کے خاص واقعہ کا۔

اسی اصول کے پیش نظر مذکورہ آیت کے عموم سے سلف صالحین اور حضرات فقہاء کرام رحمہم اللہ نے قرآن مجید کو چھونے کے لیے وضوء کو ضروری قرار دیا ہے۔ تفصیل گزر چکی ہے۔

ڈاکٹر ذاکر نانیک نے اس اصول سے ناواقفیت کی وجہ سے ایسی بات کہہ دی ہے جو جمہور امت کے موقف کے خلاف ہونے کی وجہ سے ناقابل قبول ہے۔

جواب شبہ 2:

ڈاکٹر صاحب کا یہ کہنا بھی بلا دلیل ہے کہ ”طہارت سے سو فیصد پاکی مراد ہے، یعنی ایسی ہستیاں جو ذہن، بدن اور خیالات ہر اعتبار سے پاک ہوں۔۔۔ اور وہ صرف فرشتے ہی ہو سکتے ہیں نہ کہ انسان“ اس لیے کہ اگر قرآن مجید کا مطالعہ کیا جائے تو یہ بات واضح جاتی ہے کہ اس لفظ و مادہ کا اطلاق انسانوں پر بھی ہوا ہے۔ مثلاً

1: فَإِذَا تَطَهَّرْنَ فَأْتُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ أَمَرَكُمُ اللَّهُ [البقرة: 222]

ترجمہ: جب تمہاری عورتیں پاک ہو جائیں تو ان کے پاس اسی طریقے سے آؤ جس طرح اللہ نے تمہیں حکم دیا ہے۔

2: وَإِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوا [المائدة: 6]

ترجمہ: اگر تم جنابت کی حالت میں ہو تو سارے جسم کو (غسل کے ذریعے) خوب اچھی طرح پاک کرو۔

3: اِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا،

الاحزاب: 33

ترجمہ: اللہ تو یہ چاہتا ہے کہ تم سے گندگی کو دور رکھے اور تمہیں ایسی پاکیزگی عطا کرے جو ہر طرح مکمل ہو۔

ان تین آیات میں ”طہارت“ کا مادہ انسانوں کے لیے استعمال ہوا ہے جو کہ ڈاکٹر ذاکر نائیک کے موقف کی تردید کے لیے کافی ہیں۔

جواب شبہ 3:

یہ بات ایک ابتدائی طالب علم کو بھی معلوم ہے کہ شریعت میں بعض مرتبہ نفی سے مراد نہیں ہوتی ہے۔ مثلاً حدیث مبارک میں ہے:

المسلم أخو المسلم لا يظلمه [صحیح مسلم: باب تحریم ظلم المسلم]

[وخذ له]

ترجمہ: مسلمان مسلمان کا بھائی ہے اس پر ظلم نہیں کرتا۔

جب کہ آج ہم دیکھتے ہیں کہ آپس میں ظلم ہو رہا ہے، تو یہاں نفی بمعنی نہیں ہے اور حدیث کا مطلب یہ ہے کہ مسلمان مسلمان پر ظلم نہ کرے۔ حضرات مفسرین کرام نے بھی یہی بیان کیا ہے کہ لَا يَمْسُهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ میں بھی نفی بمعنی نہیں ہے۔

[دیکھئے تفسیر بیضاوی، تفسیر السمعانی، تفسیر أبي السعود وغیرہ]

تنبیہ: مسلمان کے لیے یہی حکم ہے کہ قرآن مجید کو بلا طہارت نہ چھوئے۔ رہا غیر مسلم تو اولاً وہ اعمال کا مکلف نہیں ہے۔ ثانیاً اگر وہ قرآن کو چھونا چاہتا ہے تو اسے ہدایت کر دی جائے کہ یہ اللہ کا مقدس کلام ہے، ناپاکی کی حالت میں اسے چھونا اس کی عظمت کے خلاف ہے، لہذا ناپاکی کی حالت میں ہو تو غسل یا وضوء کر کے اس کا مطالعہ کیا کرو، اس کو

وضوء اور غسل کا طریقہ بھی بتا دیا جائے۔ اس سے اس کے دل میں اس کلام کی عظمت پیدا ہوگی ان شاء اللہ۔ اگر غیر مسلم سے بے حرمتی کا خطرہ ہو تو اس کو قرآن مطالعہ کے لیے بھی نہ دیا جائے۔ [فتاویٰ رحیمیہ: ج ۱ ص ۳۲ ملخصاً]

جواب شبہ 4 :

ڈاکٹر ذاکر نانیک کا یہ شبہ ماقبل میں ذکر کردہ دلائل دیکھنے سے ختم ہو جاتا ہے۔

واضح رہے کہ ڈاکٹر ذاکر نانیک کے کئی نظریات اہل السنۃ و الجماعۃ کے نظریات کے خلاف ہیں، قرآن و سنت کی تشریح میں اپنی عقل ناقص کو دخل دیتے ہوئے سلف صالحین سے مروی تفاسیر کو پس پشت ڈال کر من مانی تفسیر کرتے ہیں، ائمہ حضرات کی تقلید کو ناجائز کہتے ہیں اور مقلدین کو کوستے رہتے ہیں۔ ان کے افکار میں سائنسی تحقیقات کی مرعوبیت کے ساتھ مغربی افکار کی ترجمانی پائی جاتی ہے۔ ان کی تقاریر سننا، اور ان میں پیش کردہ مسائل پر بلا تحقیق عمل کرنا انتہائی مضر اور بعض صورتوں میں گمراہی کا سبب ہے۔ مسائل کے حل کے لیے کسی مستند عالم و مفتی کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔ واللہ اعلم

ہر شبہ کا جواب دینا ضروری نہیں

مراسلہ: حافظ محمد احمد۔ چنی گوٹھ

حکیم الامت، مجدد الملت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ نے فرمایا:

ابلیس کے شبہ کا جواب اللہ تعالیٰ نے نہیں دیا۔ تو معلوم ہوا کہ ہر شبہ کا جواب دینا ضروری نہیں، بلکہ

فَاخْرُجْ مِنْهَا فَإِنَّكَ رَجِيمٌ یہاں سے نکل جا، تو مردود ہے

فرما دیا۔ تو معلوم ہوا کہ بعض جگہ بھی جواب دینا چاہیے۔ [الکلام الحسن: ۲/ ۱۱۸]

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

مولانا محمد عاطف معاویہ حفظہ اللہ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ کا شمار پہلی صف کے کبار فقہاء صحابہ میں ہوتا ہے جن میں حضرت عمر، حضرت علی، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہم وغیرہ شامل ہیں۔ آپ کمال درجہ کی فقیہہ تھیں۔ علم تفسیر، علم حدیث، علم اجتہاد آپ کی ذات میں بدرجہا اتم موجود تھے۔

علم تفسیر میں مقام: مجتہد کی نظر صرف قرآن کے ظاہری الفاظ پر نہیں ہوتی بلکہ وہ منشاء خداوندی کو بھی سمجھتا ہے۔ یہ صفت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا میں موجود تھی۔ ایک مرتبہ آپ کے بھانجے حضرت عروہ نے عرض کیا: خالہ جان! قرآن کی آیت ﴿إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللَّهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوْ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ يَطَّوَّفَ بِهِمَا وَمَنْ تَطَوَّعَ حَيْرًا فَإِنَّ اللَّهَ شَاكِرٌ عَلِيمٌ﴾ [البقرہ: 158]

کا ظاہری مطلب تو یہ ہے کہ اگر حاجی صفا مروہ کے درمیان سعی نہ کریں تو کوئی گناہ نہیں؟ (حالانکہ یہ سعی ضروری ہے) تو آپ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا: عروہ! تم نے آیت کا مطلب نہیں سمجھا، اگر یہی مطلب ہوتا جو آپ نے بیان کیا ہے تو اللہ تعالیٰ یوں فرماتے: لَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ لَا يَتَطَوَّفَ بِهِمَا (اگر سعی نہ کرو تو کوئی حرج نہیں) اصل حقیقت یہ ہے کہ چند قبائل اسلام لانے سے پہلے بتوں کی پوجا کرتے تھے، ان میں سے کچھ بت صفا مروہ پر نصب تھے۔ اسلام لانے کے بعد جب وہ سعی کرتے تو

ذہن میں خیال آتا کہ کہیں ہماری سعی کی وجہ سے ان بتوں کی پرستش تو نہیں ہوتی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ صفا مروہ کی سعی کرنے پر کوئی گناہ نہیں۔

مشہور محدث ابو بکر بن عبد الرحمن کو جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ فرمان معلوم ہوا کہ تو آپ نے ان کے علم کو داد دیتے ہوئے کہا: ”اصل علم اس کو کہتے ہیں۔“ [صحیح بخاری رقم الحدیث 1643]

علم حدیث میں مقام: علم تفسیر کی طرح روایت و درایت حدیث میں بھی آپ کو کمال حاصل تھا۔ آپ کا شمار ان صحابہ میں ہوتا ہے جن سے بکثرت احادیث مروی ہیں۔ آپ کی مرویات کی تعداد 2210 ہے۔ [کشف الباری: ج 1 ص 292]

کثرت روایت کے ساتھ ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خصوصیت تھی کہ آپ احادیث کی حکمتوں اور ان میں موجود مصلحتوں کو بیان کرتی تھیں۔ چنانچہ بعض روایات سے کچھ حضرات جمعہ کے دن غسل کے وجوب پر استدلال کرتے ہیں، مثلاً إِذَا جَاءَ أَحَدُكُمْ الْجُمُعَةَ فَلْيَغْتَسِلْ [بخاری رقم 877]

کہ جو شخص جمعہ ادا کرنے کے لیے آئے وہ غسل کر کے آئے۔

آپ رضی اللہ عنہا اس کی مصلحت بیان کرتے ہوئے فرماتی ہیں:

كَانَ النَّاسُ يَنْتَابُونَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ مِنْ مَنَازِلِهِمْ وَالْعَوَالِي فَيَأْتُونَ فِي الْغُبَارِ يُصِيبُهُمُ الْغُبَارُ وَالْعَرَقُ فَيَخْرُجُ مِنْهُمْ الْعَرَقُ فَأَتَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنْسَانٌ مِنْهُمْ وَهُوَ عِنْدِي فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ أَنَّكُمْ تَطَهَّرْتُمْ

لَيَوْمِكُمْ هَذَا، [صحیح بخاری رقم 902]

یعنی غسل جمعہ کا تاکید حکم اس وقت تھا جب صحابہ رضی اللہ عنہم کے مالی حالات تنگ تھے، کپڑے موٹے ہوتے اور وہ مشقت والے کام کرتے تھے۔ پسینہ کی بدبو دور کرنے کے لیے غسل کا حکم تھا، جو بعد میں منسوخ ہو گیا۔

اجتہاد واستنباط: آپ کا شمار صف اول کے فقہاء صحابہ میں ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اجتہاد واستنباط میں کمال کی قوت عطا فرمائی تھی۔ چند مسائل درج ذیل ہیں۔

1: حضرت عبد اللہ بن ابی ملیکہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے متعہ کے متعلق سوال کیا تو آپ نے قرآن کریم کی آیت: **وَالَّذِينَ هُمْ لِغُرُوحِهِمْ حَافِظُونَ، إِلَّا عَلَىٰ أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُومِينَ** سے متعہ کی حرمت پر استدلال کیا۔ فرمایا: اس آیت میں دو عورتوں یعنی بیوی اور باندی سے نفع حاصل کرنے کی اجازت دی گئی ہے اور ممتوعہ عورت نہ بیوی ہے، نہ باندی۔ لہذا وہ زنا میں داخل ہے۔ [المستدرک للحاکم: رقم الحدیث 3484]

2: اگر کوئی شوہر اپنی بیوی کو طلاق لے لینے کا اختیار دے دے اور بیوی اختیار واپس کر کے خاوند کو قبول کر لے تو بعض صحابہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک عورت کو ایک طلاق واقع ہو جائے گی مگر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے نزدیک اس سے کوئی طلاق واقع نہ ہوگی۔ آپ نے دلیل میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا واقعہ پیش کرتے ہوئے فرمایا: آپ علیہ السلام نے اپنی ازواج مطہرات کو اختیار دیا تھا، ازواج نے حضور علیہ السلام کو اختیار کیا جس پر کوئی طلاق بھی واقع نہیں ہوئی تھی۔ [بخاری رقم 5263]

[جاری ہے]

متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن کا دورہ میانمار (برما)

مولانا محمد علی

مہتمم مدرسہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ یتگون (رنگون)

جنوب مشرقی ایشیاء میں واقع۔ ”میانمار“ اپنی زرعی حیثیت اور عظیم رقبہ کی وجہ سے مشہور ملک ہے۔ ۶۷۵۵۲ مربع کلو میٹر پر مشتمل یہ ملک ۱۹۸۹ء تک ”برما“ کے نام سے موسوم رہا۔ ۱۹۸۸ء تک اقتدار سنبھالنے والی فوجی حکومت نے ملک کا نام بدلا اور اب یہ میانمار (Myanmar) کے نام سے مشہور ہے۔ میانمار کی ۷۱ فیصد آبادی دیہی ہے، جب کہ شہری آبادی میں سے نصف تین بڑے شہروں یتگون، منڈالے، اور مولین میں رہتی ہے۔ بنیادی طور پر یہ ایک زرعی ملک ہے۔ تقریباً ۶۳ فیصد برسر روزگار لوگ فصلوں کی پروسیسنگ سے منسلک ہیں، جب کہ بارہ فیصد لوگ صنعت میں کام کرتے ہیں۔ دوسری عالمی جنگ سے قبل ”میانمار“ دنیا کے چاول برآمد کرنے والے ممالک میں شمار ہوتا تھا۔ جنگ کے بعد زیر کاشت رقبہ و اگزار ہوا لیکن آبادی بڑھنے سے فاضل پیداوار کبھی سابقہ حد کو نہیں پہنچ پائی۔

میانمار کی سرکاری زبان کو ماہرین لسانیات نے ”برمی“ کا نام دیا ہے، البتہ حکام اسے ”میانمار زبان“ کہتے ہیں۔ بہت بڑی اکثریت یہی زبان بولتی ہے، البتہ پڑھے لکھے لوگوں میں انگلش رائج ہے۔

متکلم اسلام حضرت مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ پاکستان کے ایک معروف عالم دین ہیں۔ عقائد و نظریات کے حوالے سے حضرت کی مساعی اندرون و

بیرون ملک قدر کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہیں۔ راقم سمیت میانمار کے جید علماء نے حضرت منکلم اسلام حفظہ اللہ کو دعوت دی کہ ہمارے ہاں قدم رنجہ فرمائیں۔ چنانچہ کمال شفقت کا اظہار فرماتے ہوئے حضرت تشریف لائے۔

پاکستان سے حضرت حفظہ اللہ کی روانگی ۱۲ فروری ۲۰۱۳ء بوقت ۱۱:۵۵ بجے رات ہوئی۔ طویل دورانیے کے اس سفر نے حضرت کو ۶:۳۰ پر ”بنکاک“ ایئر پورٹ (تھائلینڈ) پر چھوڑا۔ چند گھنٹے وہاں قیام کے بعد ۱۰ بجے وہاں سے روانہ ہوئے اور ۴:۴۵ پر ینگون پہنچ گئے۔ ینگون ایئر پورٹ پر شائقین عوام و خواص کا ایک جم غفیر منکلم اسلام حفظہ اللہ کے استقبال کے لیے آ موجود تھا جن میں مفتی محمد ادریس، مولانا محمود ناخدا، مولانا محمد نصیر، مولانا جلال الدین، مولانا محمد ابو بکر، مولانا محمد عارف، مولانا محمد جمیل، راقم الحروف (مولانا محمد علی)، حاجی سلیم صاحب، بھائی حسین احمد اور دیگر کئی حضرات شامل تھے۔ اپنے دیس میں اور اپنی آنکھوں کے سامنے اپنے محبوب و کرم کو دیکھ کر جو خوشی ہوئی بیان سے باہر ہے۔ محبت و الفت کے جذبات کے ساتھ حضرت کا استقبال کیا اور انہیں لے کر مولانا محمود ناخدا کے گھر ”مغل اسٹریٹ“ پہنچے۔ حضرت کی آمد پر دسترخوان سجا دیا گیا۔ کھانے کے بعد عصر کی نماز ادا کی۔ عصر سے مغرب تک حضرت نے آرام فرمایا۔ مغرب کے بعد پنجابی مسجد ینگون (رنگون) میں حضرت حفظہ اللہ نے درس قرآن دیا۔

ینگون (رنگون) میانمار کا دارالحکومت ہے اور سب سے بڑا شہر ہے۔ اہم مدارس اور بڑی مساجد اسی شہر میں واقع ہیں اور نامور علماء کرام کے مسکن ہونے کا اعزاز بھی اسی شہر کو حاصل ہے۔ درس قرآن کا عنوان ”مضامین سورۃ فاتحہ“ تھا۔

حضرت کو چونکہ خدا تعالیٰ نے گونا گوں صفات سے نوازا ہے جن میں تفہیم کا ملکہ اپنی مثال آپ ہے، اس کا لطف وہی حضرات بخوبی جانتے ہیں جو آپ کے وعظ و درس میں شریک رہتے ہیں۔ نماز عشاء کے بعد کھانا حاجی محمد سلیم کے گھر تھا۔ کھانے سے فراغت کے بعد ینگون کے معروف ہوٹل My Flower, Street 29 میں حضرت نے آرام فرمایا۔

۱۶ فروری ۲۰۱۳ء: دن کا سورج طلوع ہوا تو حضرت متکلم اسلام حفظہ اللہ کے دروس و بیانات کا بھی آغاز ہوا۔ آٹھ بجے صبح حضرت حفظہ اللہ راقم الحروف کے مدرسہ عمر بن خطاب (ینگون) میں تشریف لائے اور مشہور محدث و شارح صحیح مسلم امام نووی رحمہ اللہ کی تالیف ”ریاض الصالحین“ سے علماء و اساتذہ کو درس حدیث دیا۔ بعد ازاں علماء کے ساتھ خصوصی نشست بھی ہوئی جس میں عقیدہ کے حوالے سے کئی اہم مباحث سامنے آئیں۔ ۱۰ بجے سے ۱۱ بجے تک حضرت نے جامعہ عربیہ دارالعلوم ینگون میں بیان فرمایا۔ اس موقع پر یہ کہنا بے جا نہ ہو گا کہ جامعہ کی حیثیت ینگون کے مدارس میں - ”ام المدارس“ کی ہے۔ اپنے نظم و نسق، درس و تدریس اور علاقائی اہمیت کے حوالے سے تمام مدارس میں سرفہرست ہے۔ جامعہ کے اہتمام کی ذمہ داری عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم کے خلیفہ مجاز مولانا ہدایت اللہ صاحب کے سپرد ہے۔ موصوف جید عالم دین اور ملنسار انسان ہیں۔ آپ نے حضرت متکلم اسلام حفظہ اللہ کی آمد پر انتہائی مسرت کا اظہار فرمایا۔

اس کے بعد ایک اور مقامی مدرسہ ”صادقیہ حفظ القرآن“ میں بھی بیان ہوا جس میں علماء و طلباء نے بھرپور شرکت کی۔ بیانات سے فراغت کے بعد حضرت متکلم

اسلام حفظہ اللہ کے دوپہر کے کھانا کا انتظام راقم کے سسرال کے ہاں تھا جو یقیناً ہمارے لیے سعادتِ عظمیٰ سے کم نہ تھا۔

نماز ظہر کے بعد جمعیت علماء اسلام کے دفتر میں ”دورہ تحقیق المسائل“ کے نام سے ایک مختصر کورس کا انعقاد ہوا۔

جمعیت علماء اسلام کا یہ دفتر مولانا محمد کا یوسف صاحب کی زیر نگرانی چل رہا ہے۔ مولانا موصوف جمعیت علماء اسلام میانمار کے نائب صدر ہیں اور نہایت اچھے انسان ہیں۔ ”دورہ تحقیق المسائل“ میں حضرت متکلم اسلام حفظہ اللہ نے اہل السنۃ والجماعۃ کے نظریات و مسائل کا بادلائل جائزہ لیا۔ تقلید و دیگر مسائل جیسے اہم عنوانات پر تفصیل سے روشنی ڈالی۔ راقم بلا مبالغہ عرض کرتا ہے کہ ہم نے حضرت موصوف کو خطابت کے میدان میں یگانہ روزگار خطیب، درس قرآن کے حوالے سے بے بدل مفسر، درس حدیث کے عنوان پر بے مثال محدث اور تدریس و تعلیم کی مسند پر کامیاب مدرس اور خانقاہ کی مسند پر شیخ و مرشد پایا۔ بحمد اللہ اتنی ستودہ صفات کی حامل شخصیت سے استفادہ کا جو موقع یہاں کے علماء و عوام خصوصاً راقم کو میسر ہوا، ہم اس پر باری تعالیٰ کے انتہائی مشکور ہیں۔

مسئلہ تقلید کے حوالے سے یہ ذکر کرنا ضروری ہے کہ عصر حاضر میں بعض عاقبت نااندیش لوگ ائمہ اربعہ رحمہم اللہ کی تقلید کو شرک و حرام کہنے سے نہیں چوکتے، بلکہ ان کی محنت کا آغاز ہی اسی ”مرحلہ“ سے ہوتا ہے۔ اگرچہ اس پر بے شمار کتب موجود ہے لیکن شرح صدر کے ساتھ جس شخصیت سے یہ مسئلہ سمجھا جاسکتا ہے اور اس کے متعلق تمام تر قسم کے اشکالات زائل کیے جاسکتے ہیں، اس وقت عالم اسلام میں

حضرت متکلم اسلام مولانا الیاس الحسن حفظہ اللہ سے اہم ہستی شاید ہی کوئی موجود نہیں ”دورہ تحقیق المسائل“ کے بعد مغرب کی نماز ادا کی، کھانا بھائی محمد سلیم کے گھر تھا۔ نماز عشاء کے بعد ”رونق مسجد“ میں درس تھا، عنوان درس سورۃ فاتحہ تھا، جس میں علماء و عوام الناس کی ایک کثیر تعداد نے شرکت کی۔ اس درس قرآن میں حضرت موصوف حفظہ اللہ نے سورۃ فاتحہ سے حاصل ہونے والے ان نظریاتی و فقہی نکات کا تذکرہ کیا جو انسان کو مادی محنت کی بجائے اخروی تگ و دو کی جانب راغب کرتے ہیں۔

۱۷ فروری ۲۰۱۳ء: صبح ۱۰ بجے سے ۱۲ بجے تک۔ ”رونق اسلام مسجد“ میں تحفظ ختم نبوت کانفرنس منعقد ہوئی۔ ختم نبوت ایک اجماعی عقیدہ ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نئے نبی نے پیدا نہیں ہونا، جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا دعویٰ کرے باجماع امت کا فر ہے۔ اس اہم و بنیادی عقیدے کے بارے میں عوام کے شعور کو بیدار کرنے کے لئے ینگون میں پہلی کانفرنس تھی جو حضرت حفظہ اللہ کی آمد کی برکت سے منعقد ہوئی۔ حضرت نے اپنے علم لدنی کی بناء پر ختم نبوت کے مسئلہ پر ایسے عقلی و نقلی دلائل پیش فرمائے کہ بلا مبالغہ سامعین اور خصوصاً سٹیج پر بیٹھے علماء کرام انگشت بدنداں تھے۔ صاف محسوس ہو رہا تھا کہ یہ علم کسی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا عطاء کردہ علم وہی ہے۔

ظہرانہ مولانا ہدایت اللہ دامت برکاتہم کے گھر تھا۔ نماز و کھانے سے فراغت کے بعد ۳ بجے سے ۴ بجے تک رونق مسجد میں دورہ تحقیق المسائل منعقد ہوا۔ حضرت متکلم اسلام حفظہ اللہ نے انتہائی آب و تاب اور بادلائل گفتگو کے ساتھ عقائد و نظریات اہل السنۃ والجماعۃ پر گفتگو فرمائی۔ آپ نے عصر کی نماز کے بعد شیخ

العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد رشید حضرت مولانا شمس الضحیٰ دامت برکاتہم سے ملاقات کی۔ حضرت موصوف کا شمار میانمار کے جید علماء میں ہوتا ہے۔ آپ جمعیت علماء اسلام (برما) کے امیر ہیں۔ مولانا شمس الضحیٰ سے ملاقات کے بعد حضرت متکلم اسلام بہادر شاہ ظفر کی قبر پر تشریف لے گئے۔ بہادر شاہ ظفر مغلیہ خاندان کے آخری بادشاہ تھے۔ آپ ۱۷۷۵ء میں پیدا ہوئے اور ۱۸۳۷ء میں شاہی تخت پر متمکن ہوئے۔

استعماری قوت نے جو ناروا سلوک آپ کے ساتھ کیا وہ ایک نرم دل رکھنے والے انسان کو آنسو بہا دینے پر مجبور کر دیتا ہے۔ وہ شخص جو بابر، اکبر، شاہ جہان اور عالمگیر کا جانشین تھا ایک بے حقیقت مجرم کی طرح قید کر لیا گیا، غلاموں نے اپنے آقا کو گرفتار کر لیا، جو تجارت کرنے آئے تھے وہ بادشاہ بن بیٹھے اور جس نے تجارت کا پروانہ دیا تھا وہ مجرم قرار پایا، اس کے چار بیٹوں کے سر کاٹ کر بادشاہ کو بھیجے گئے اور پھر ان کی لاشوں کو سولی پر چڑھایا گیا۔ ۱۰ جنوری ۱۸۵۸ء کو ایک فوجی کمیشن کے ظالمانہ فیصلے کے مطابق جلاوطن کر کے ینگون (رنگون) بھیج دیے گئے اور آپ کا انتقال ینگون ہی میں ہوا۔ مرحوم کی قبر پر موجود کتبہ پر ان کی دل کی آرزو جو ان کی نوک زبان تھی، ان الفاظ میں مرقوم ہے:

یہی حسرت تھی کہ گھر میرا مدینے میں رہے

بنارنگون میں، ارمان میرے سینے میں رہے

ہے تمنا یہ ظفر کی یا رسول عربی!

اپنی آنکھوں کو ملے، آپ کی چوکھٹ سے بنی

مرحوم کی قبر کے قبلہ جانب سے مشرق کی طرف ان کی مشہور زمانہ نظم ان پر کیے گئے مظالم کا پیغام سنارہی ہے:

لگتا نہیں ہے دل میرا جڑے دیار میں
کس کی بنی ہے عالم ناپائیدار میں
ان حسرتوں سے کہہ دو کہیں اور جا بسیں
اتنی جگہ نہیں ہے دل داغدار میں
بلبل کو ہے چمن سے نہ صیاد سے گلہ
قسمت میں قید لکھی تھی فصل بہار میں
عمر دراز مانگ کے لائے تھے چار دن
دو آرزو میں کٹ گئے، دو انتظار میں
کتنے ہی بد نصیب ظفر دفن کے لیے
دو گز زمین بھی نہ ملی کوئے یار میں

والپسی پر مولانا محمد ابراہیم سورتی اور مولانا محمد سورتی کے گھر کھانے کا پروگرام تھا۔ کھانے سے فراغت کے بعد حضرت متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھسن کا سورتی سنی جامع مسجد میں بیان تھا۔

بیان میں عوام الناس و علماء کرام شریک تھے۔ عنوان ”مضامین سورۃ فاتحہ“ تھا۔ سورتی جامع مسجد کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ اس کے امام و خطیب شیخ محمد حمزہ بن حضرار کو بی المدنی رحمۃ اللہ علیہ پہلے مسجد نبوی کے امام رہے تھے۔ اس مسجد کی انتظامیہ موصوف کو مدینہ سے یہاں لائی تھی۔ ایک عرصہ تک شیخ اس مسجد میں امامت کی

خدمات سرانجام دیتے رہے اور ۱۵ صفر ۱۳۵۱ھ بمطابق ۲۰ جون ۱۹۳۲ء عالم فانی سے عالم باقی کی طرف کوچ فرما گئے اور دارالعلوم سے متصل قبرستان میں مدفون ہوئے۔

۱۸ فروری ۲۰۱۳ء: حضرت متکلم اسلام حفظہ اللہ کے قیام کا آخری دن تھا۔ صبح کا بیان حضرت نے ینگون کے تبلیغی مرکز ”تیچھاپنے پلی“ میں فرمایا، جس میں عوام کی ایک کثیر تعداد نے شرکت کی۔ ”پلی“ میانمار زبان میں مسجد کو کہتے ہیں اور ”تیچھاپنے“ آدھی ٹوٹی ہوئی کو۔ اس مسجد کے بارے میں معروف ہے کہ مختلف حکومتوں نے اس کو شہید کرنے کی کوشش کی۔ چنانچہ جو مسجد کا کچھ حصہ شہید کرتا وہ مر جاتا۔ کئی لوگ اسی کشکش میں لقمہ اجل بنتے رہے تا آنکہ مسجد کا نصف حصہ شہید ہو گیا۔ بعد میں یہ عمل روک دیا گیا۔

یہ مسجد انہی سابقہ واقعات کے پیش نظر ”تیچھاپنے پلی“ کے نام سے مشہور ہوئی۔ حضرت متکلم اسلام نے ”تیچھاپنے پلی“ میں بیان فرمانے کے بعد مرکز کے ذمہ داران کے ساتھ ناشتہ کیا، جنہوں نے حضرت متکلم اسلام کی آمد پر انتہائی مسرت کا اظہار کیا اور آپ کی عقائد و نظریات کے حوالے سے درد مندانہ کوششوں کو سراہا۔

دوپہر کا کھانا مولانا محمود ناخدا کے گھر تھا، حاجی محمد سلیم، بھائی محمد سلیم، مولانا محمد انس، مولانا محمد نصیر اور راقم بھی ساتھ تھے۔ کھانے کے بعد 12:30 بجے ہم حضرت کے ساتھ ایئر پورٹ کی طرف روانہ ہوئے۔ حضرت کی واپسی کی اطلاع چونکہ کئی احباب کو تھی، اس لیے ایئر پورٹ پر ہی کئی احباب تشریف لائے جن میں مولانا محمود، مولانا محمد ابراہیم سورتی، مولانا محمد نصیر و دیگر حضرات شامل تھے۔ اشک بار آنکھوں کے ساتھ اپنے محبوب مہمان کو رخصت کیا۔ فلائٹ کا وقت میانمار وقت

کے مطابق دن دو بجے تھا چنانچہ وقت مقررہ پر حضرت حفظہ اللہ کا سفر شروع ہوا اور پاکستانی وقت کے مطابق رات ۱۰:۳۰ بجے حضرت الشیخ اسلام آباد (پاکستان) پہنچ گئے۔

تحقیق المسائل کو سرزمین علماء و طلباء کی تعداد ۲۰۰ سے لے کر ۹۰۰ تک رہی اور عوامی اجتماعات میں عوام و خواص کی کثیر تعداد نے شرکت کی۔ تین روزہ دورہ میانمار (برما) پورے میانمار میں غیر مقلدیت و سلفیت کے رد اور مسلک اہل السنۃ و الجماعۃ کے تحفظ کے لیے ان شاء اللہ سنگ میل ثابت ہو گا۔

علماء کرام نے مولانا محترم کی خدمات کو سراہا اور آئندہ دورہ کے لیے ستمبر میں دس دن برما آنے کا وعدہ لیا، جو حضرت متکلم اسلام حفظہ اللہ نے کمال شفقت سے اس شرط پر قبول فرمایا کہ پہلے علماء کی ایک جماعت مرکز اہل السنۃ و الجماعۃ ۸ جنوبی سرگودھا آئے گی جسے علماء برما نے منظور فرمالیا۔

نماز اہل السنۃ و الجماعۃ (انگریزی)

متکلم اسلام، سفیر احناف مولانا محمد الیاس گھمن کی شہرہ آفاق کتاب نماز اہل السنۃ و الجماعۃ کی اردو میں بے پناہ مقبولیت کے بعد اب انگریزی اور فارسی زبان میں بھی مارکیٹ میں آچکی ہے۔ اسکول و کالج اور یونیورسٹیز کے اسٹوڈنٹس اور پڑھے لکھے دوستوں کو ہدیہ میں دیں۔

کتاب منگوانے کے لیے: دارالایمان زبیدہ سنٹر فرسٹ فلور 40 اردو بازار لاہور

03216353540

تذکرۃ الاکابر:

شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ

مولانا محمد زکریا پشاورى حفظہ اللہ

خاندانی پس منظر:

مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ کے والد محترم کا نام مولانا فضل الرحمن عثمانی تھا۔ مولانا فضل الرحمن عثمانی جید عالم دین تھے اور ان کا شمار دارالعلوم دیوبند کے بانیوں میں ہوتا ہے۔ آپ مولانا مملوک علی رحمہ اللہ سے مستفیض تھے۔ جید عالم دین ہونے کے علاوہ فارسی اور اردو کے بلند پایہ شاعر تھے۔ 1857ء میں بریلی میں انسپٹر مدارس تھے، 1325ء بمطابق 1907ء میں انتقال کیا۔

مولانا فضل الرحمن عثمانی رحمہ اللہ نے تین نکاح کیے۔ پہلی بیوی سے اولاد نہ ہوئی، دوسری اور تیسری بیوی سے اولاد ہوئی۔ دوسری بیوی سے مولانا مفتی عزیز الرحمن عثمانی مفتی دارالعلوم دیوبند، مولانا حبیب الرحمن عثمانی مہتمم دارالعلوم دیوبند اور حافظ خلیل الرحمن عثمانی پیدا ہوئے۔ مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ تیسری بیوی سے تھے۔

ولادت باسعادت:

آپ 10 محرم الحرام 1305ھ بمطابق ستمبر 1887ء بجنور میں پیدا ہوئے۔ ان دنوں آپ کے والد محترم بجنور میں انسپٹر مدارس تھے۔

آغاز تعلیم و چند اساتذہ:

آپ کی تعلیم کا آغاز قرآن مجید سے ہوا۔ اس وقت آپ کی عمر سات سال تھی۔ آپ نے جن اساتذہ سے علوم حاصل کیے ان کے نام درج ذیل ہیں۔
حافظ محمد عظیم دیوبندی، حافظ نامدار خان، مفتی منظور احمد، شیخ الہند مولانا محمود حسن مولانا غلام رسول خان، مولانا حکیم محمد حسن چاند پوری، مولانا مفتی عزیز الرحمن عثمانی مولانا حافظ محمد احمد نانوتوی رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین

تکمیل تعلیم:

مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ ربیع الثانی 1319ھ بمطابق 1902ء میں دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوئے اور 1325ھ بمطابق 1907ء میں دارالعلوم سے سند فراغت حاصل کی۔

تدریس:

فراغت تعلیم کے بعد آپ نے تدریسی زندگی کا آغاز کیا اور مدرسہ فتح پور دہلی میں آپ کا تقرر بحیثیت صدر مدرس ہوا۔ اس مدرسہ میں آپ نے 1328ھ / 1907ء تک تدریس فرمائی۔

دارالعلوم دیوبند میں آمد:

شوال 1328ھ / 1910ء میں علامہ عثمانی رحمہ اللہ کو دارالعلوم دیوبند بلایا گیا اور حدیث کی مشہور کتاب ”صحیح مسلم“ پڑھانے پر مامور کیا گیا۔ دارالعلوم دیوبند میں آپ نے 1346ھ / 1928ء تک تدریسی خدمات انجام دیں۔

دارالعلوم دیوبند سے علیحدگی:

مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ دارالعلوم دیوبند کے صدر مدرس تھے۔ آپ اپنے دور کے بلند پایہ عالم دین اور محدث تھے۔ دارالعلوم کی انتظامیہ کمیٹی سے بعض ناگزیر وجوہات کی بناء پر اختلاف پیدا ہو گئے جس کی بناء پر آپ نے دارالعلوم سے استعفیٰ دے دیا۔ حضرت مولانا سید انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ کے ساتھ مولانا عزیز الرحمن عثمانی اور مولانا شبیر احمد عثمانی بھی دارالعلوم سے مستعفی ہو گئے۔

جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں تدریس:

مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ دارالعلوم دیوبند سے مستعفی ہو کر جامعہ اسلامیہ ڈابھیل (سورت) تشریف لے گئے اور وہاں جامعہ اسلامیہ کے صدر مدرس مقرر ہوئے۔ مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ بھی ہمراہ ڈابھیل چلے گئے اور وہاں درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ حضرت شاہ صاحب نے 3 صفر 1352ھ مطابق 29 مئی 1933ء کو دیوبند میں انتقال کیا۔ تو ان کے بعد علامہ عثمانی رحمہ اللہ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل کے صدر مدرس مقرر ہوئے اور تقریباً دو سال تک آپ جامعہ کے صدر مدرس رہے۔

دارالعلوم دیوبند واپسی:

1354ھ/1935ء میں حکیم الامت مولانا محمد اشرف علی تھانوی دارالعلوم دیوبند تشریف لائے تو حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی تحریر پر آپ دوبارہ دارالعلوم واپس آ گئے۔ آپ کو دارالعلوم کا مہتمم مقرر کیا گیا۔ اس منصب پر آپ رحمہ

اللہ 1362ھ / 1944ء تک فائز رہے۔ اور اس دوران جامعہ ڈابھیل سے بھی تعلق رہا۔

تلامذہ:

مولانا عثمانی رحمہ اللہ کی زندگی کا بیشتر حصہ درس و تدریس میں گزرا۔ آپ کے تلامذہ کی تعداد زیادہ ہے، لیکن ہم یہاں صرف مشہور تلامذہ کے نام درج کرتے ہیں جو اپنے دور میں علم و فضل کے اعتبار سے یگانہ روزگار تھے:

مولانا سید مناظر احسن گیلانی، مولانا حبیب الرحمان اعظمی، مولانا محمد ادریس کاندھلوی، مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی، مولانا محمد یوسف بنوری، مولانا مفتی عتیق الرحمن عثمانی رحمہم اللہ۔

تصانیف:

علامہ عثمانی رحمہ اللہ بلند پایہ خطیب اور یگانہ روزگار مدرس ہونے کے ساتھ ساتھ نامور مصنف بھی تھے۔ علامہ سید سلمان ندوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کی تحریر شستہ ہوتی تھی۔ آپ کی تصانیف میں علم الکلام، العقل والنقل، اعجاز القرآن، حجاب شرعی، اشہاب الثاقب، حواشی بر ترجمہ حضرت شیخ الہند، فتح الملہم شرح مسلم (عربی) اور فضل الباری شرح صحیح بخاری (اردو) شامل ہیں۔

فتح الملہم شرح صحیح مسلم:

مولانا عثمانی رحمہ اللہ دارالعلوم دیوبند اور جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں صحیح مسلم کا درس دیتے رہے۔ صحیح مسلم سے آپ کو بے حد شغف تھا۔ چنانچہ آپ نے

﴿بقیہ ص ۴۱ پر﴾

یار زندہ صحبت باقی

مفتی ابولبابہ شاہ منصور حفظہ اللہ

شہادت کا ایک اور سانحہ دل کو گھائل کر گیا۔ ابھی ماضی قریب میں پے درپے ہونے والی عظیم شہادتوں کا دکھ مند دل نہ ہوا تھا کہ ایک اور زخم صدماتی تحفہ دے گیا۔ مادر علمی بنوری ٹاؤن کے حزن و ملال اور رنج و غم کا اندازہ کون کر سکتا ہے جس نے یکے بعد دیگرے اتنے عظیم سپوتوں کی قربانی دی ہے کہ اب تو اس کے در و دیوار کی طرح آسمان بھی شفق رنگ ہو گیا ہے۔ لگتا ہے اس شجرہ طیبہ کی اصل نے ایمان و تقویٰ اور علم و عمل کی بہاریں دنیا کو دکھانے کے بعد اب اس کی شاخیں جنت میں اس قدر پھیل گئی ہیں کہ دار و عہد باغ بہشت اور ان کے ساتھی میزبان جب چاہتے ہیں ایک خوشہ توڑ کر اپنے ہاں سجالیتے ہیں۔

حضرت دین پوری رحمہ اللہ کے ساتھ بقی ساعتوں کو جب مڑ کر دیکھتے ہیں تو ایک حلیم و بردبار، مرنجان مرنج شخصیت علم و عمل اور حسن اخلاق و بلندی کردار کے آمیزے میں گندھی ہوئی نظر آتی ہے۔ حضرت موصوف کو جہاں اللہ تعالیٰ نے ذہانت و فطانت اور علم دوستی و علم پروری کی صفات سے نوازا تھا، وہیں وہ طبعاً انتہائی شریف النفس، سلیم الفطرت، خوش اخلاق و خوش مزاج تھے۔ ایک دل آویز اور معصوم سی مسکراہٹ ان کے چہرے پر ہر وقت سجی رہتی تھی اور عجب سی شیرینی اور مٹھاس ان کی آواز اور لہجے میں گھلی ہوئی تھی۔ انسان کو کچھ قابلیتیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کر دی جاتی ہیں، مگر جب تک اس کے حسن خلق میں حسن خلق نہ ہو اور فطری قابلیتوں

یا اعلیٰ مہارتوں کے ساتھ کردار کی بلندی اور سوچ کی وسعت و رفعت نہ ہو، تب تک وہ خلق خدا کی بے ساختہ محبتیں نہیں سمیٹ پاتا، نہ کوئی اچھا نقش چھوڑ سکتا ہے۔ حضرت دینپوری رحمہ اللہ کو اللہ تعالیٰ نے دونوں صفتوں سے نوازا تھا۔ علمی قابلیت اور فطری ذکاوت بھی غضب کی تھی اور ساتھ ساتھ مزاج میں نرمی اور رویے میں مٹھاس بھی خوب عطا ہوئی تھی، لہذا انہوں نے زندگی بھر خیر بھی پھیلائی اور محبت بھی سمیٹی، علم و عمل کی خوشبو بکھیرتے بکھیرتے اور تلامذہ و معتقدین کی چاہتیں اور محبتیں سمیٹتے سمیٹتے وہ اس انداز میں رخصت ہوئے کہ سمجھ میں نہیں آتا ان کی حلیم و شفیق شخصیت سے جدائی کا غم زیادہ ہے یا ان کے جانے سے ہونے والے نقصان کے اندیشے فزوں تر ہیں۔

شاید پہلے بھی لکھ چکا ہوں کہ اس عاجز نے چند سال پہلے خواب میں ایک مجاہد عالم کو دیکھا کہ وہ شہید ہو گیا ہے۔ پر کالونی کی بڑی جامع مسجد میں جہاں استاذ محترم حضرت مولانا عبدالقیوم چترالی رحمہ اللہ امامت فرماتے تھے، شہداء کی یاد میں جلسہ ہو رہا ہے۔ اس میں وہ بھی آسمان سے چمکتے دکتے چہرے اور سفید براق میں آیا ہوا ہے۔ مسجد میں خوب چہل پہل ہے۔ احقر نے اس سے پوچھا کہ آسمان والے ہمارے بارے میں کیا سمجھتے ہیں؟ ہم لوگ شہادتیں تو پیش کر رہے ہیں۔ ہمارے کام کے بارے میں آسمانوں پر کیا تبصرہ ہوتا ہے؟ اس نے کہا: آسمان والے وہی کچھ سمجھتے ہیں جو آپ لوگ ان کے بارے میں گمان رکھتے ہو۔ کمال کا بلاغتی جملہ تھا۔

صاف چھپتے بھی نہیں، سامنے آتے بھی نہیں، مگر سمجھنے والوں کے لیے اس میں خوشخبری بھی پنہاں ہے اور استقامت کی تلقین بھی۔ دشمن سمجھتا ہے کہ اس سے قصاص لینے والا کوئی نہیں، اس لیے وہ بے خطر ہو کر بے ضرر علماء و طلباء کو دھڑلے سے

شہید کرتا جا رہا ہے۔ اسے بھولنا نہیں چاہیے کہ شہادت دینے والے طبقے کی بقاء کی ذمہ دار خود اللہ رب العزت ہے اور اللہ تعالیٰ نے آسمان وزمین کا نظام اپنے ہاتھ میں رکھا ہے۔ کائنات کے فیصلے اس نے کسی شقی و سنگدل کے سپرد نہیں کیے، نہ پہلے، نہ آج، نہ آئندہ۔

مجھے بھارت کے ایک عالم نے بتایا کہ احمد آباد، سورت، گجرات میں جب ہندوؤں کے مظالم حد سے زیادہ بڑھ گئے اور آئے دن ہونے والے مسلم کش فسادات کے ذریعے مسلمانوں کو سرے سے صفحہ ہستی سے مٹانے کا ہدف طے کر لیا گیا [جبکہ آٹھ سو سالہ طویل مسلم سلطنت میں ایک بھی ہندو کش فساد کا ثبوت نہیں ملتا] تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کچھ ایسا ہوا کہ پورے علاقے میں سیلاب آیا۔ ہندوؤں کے گھر بہہ گئے۔ جو گھر کھڑا ہوتا، دور سے پتہ چلتا مسلمانوں کا ہے۔ تمام غیر مسلم مسلمانوں کے ہاں پناہ لینے پر مجبور ہوئے۔ بالکل ایسے جیسے فرعون کے زمانے میں تمام ”فرعونی“ طوفان، چیچڑی، جوں، مینڈک اور خون کے عذاب میں مبتلا ہو جاتے تھے اور تمام بنی اسرائیل محفوظ رہتے تھے۔ جب پانی اترتا تو متعصب ہندوؤں کے سر سے مسلم کشی کا سودا بھی اتر گیا۔

کراچی کو علماء، طلباء سے خالی کرنے والے ازلی شقیوں کو کس غلط فہمی میں نہ رہنا چاہیے۔ اگر زمین پر موجود اللہ والے پاکستان کی حدود میں قانون میں ہاتھ نہیں لیتے تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ آسمانوں پر موجود احکم الحاکمین نے اپنے تکوینی قوانین معطل کر دیئے ہیں۔ ”بے شک تیرا رب گھات لگائے ہوئے ہے۔“ [الفجر: 14]

جناب دین پوری صاحب فقہی مجالس میں نکتہ رس مفتی ہوتے تھے اور نجی

مجالس میں بذلہ سنج دوست۔ اس عاجز کو ان کی سلامت طبع اور مزاج اعتدال کی بنا پر ان سے خاص لگاؤ تھا۔ آنجناب کو بھی اس نالائق سے خصوصی شفقت و محبت کا تعلق تھا۔ جامعۃ الرشید میں ہونے والی فقہی مجالس میں جب بھی دعوت دی، نہایت خوش دلی اور خوش کلامی سے قبول کی۔ ہنستے مسکراتے آئے اور کھلتے چہرے کے ساتھ رخصت ہوئے۔ یقیناً کامل ہے کہ جنت میں بھی اسی نرم خوئی اور خوش طبعی کے ساتھ داخل ہوئے ہوں گے۔ جامعۃ الرشید کے چمنستان میں ہم ان کا استقبال کیا کرتے تھے۔ وہاں وہ ان شاء اللہ ہمارا استقبال کریں گے۔ یار زندہ صحبت باقی۔ ان کے ساتھ ہونے والی صحبتیں ان شاء اللہ وہاں بھی قائم و دائم رہیں گی۔ دشمن نے رسوا ہونا ہے اور حق نے غالب ہونا۔ مصیبت میں صبر اور مقابلے میں عزم و ہمت کو ہاتھ سے جانے نہ دینا چاہیے۔

[بشکریہ ضرب مؤمن]

بقیہ: شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ

صحیح مسلم کی شرح بنام ”فتح الملہم“ لکھی لیکن آپ یہ شرح مکمل نہ کر سکے۔ اب یہ شرح شیخ الاسلام مولانا مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم العالیہ نے مکمل کی ہے۔ یہ مکمل شرح مطبوع ہے۔ مولانا سید سلمان ندوی لکھتے ہیں:

صحیح مسلم کی شرح تو احناف میں سے حافظ بدرالدین عینی رحمہ اللہ نے بہت پہلے لکھ کر احناف کی طرف سے حق ادا کیا تھا، مگر صحیح مسلم کی کوئی شرح حنفی نقطہ نظر سے اب تک نہیں لکھی گئی تھی، اس لیے مرحوم نے اپنے دست و بازو سے آزمایا۔

[جاری ہے]

نماز اہل سنت والجماعت

متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھسن حفظہ اللہ

سجدہ سہو کا بیان

کی وزیادتی پر سجدہ سہو کرنا:

1: عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ صَلَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِبْرَاهِيمُ زَادَ أَوْ تَقْصَّ فَلَمَّا سَلَّمَ قِيلَ لَهُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَحَدَثَ فِي الصَّلَاةِ شَيْئًا قَالَ وَمَا ذَاكَ؟ قَالُوا صَلَّيْتَ كَذَا وَكَذَا قَالَ فَتَلَّيْ رَجُلِيهِ وَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ فَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهِ فَقَالَ ... إِذَا شَكَّ أَحَدُكُمْ فِي الصَّلَاةِ فَلْيَتَحَرَّ الصَّوَابَ فَلْيَتَمَّ عَلَيْهِ ثُمَّ يَسْجُدْ سَجْدَتَيْنِ.

(صحیح مسلم ج 1 ص 211، 212 باب النهی عن نشد الضالة فی المسجد، کتاب الحجہ علی اہل المدینہ للامام محمد ج 1 ص 157، صحیح البخاری ج 1 ص 58 باب التوجہ نحو القبلة حیث کان)

ترجمہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی جس میں کمی یا زیادتی ہو گئی۔ جب سلام پھیرا تو آپ سے عرض کیا گیا یا رسول اللہ! نماز میں کچھ (کمی یا زیادتی) واقع ہوئی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کون سی؟ صحابہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا آپ نے اس طرح نماز پڑھی ہے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پاؤں تہ کئے اور قبلہ کی طرف متوجہ ہوئے، پھر دو سجدے کئے اور سلام پھیرا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: جب تم میں سے کسی کو نماز میں شک ہو تو اسے

چاہیے کہ خوب سوچ بچار کر کے صحیح صورت حال کے مطابق نماز مکمل کرے پھر (آخر میں) دو سجدے کر لے۔“

2: عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا صَلَّيْتَ أَحَدُكُمْ فَلَمْ يَدِرْ زَادَ أَمْ نَقَصَ فَلْيَسْجُدْ سَجْدَتَيْنِ وَهُوَ قَاعِدٌ۔

(سنن ابی داؤد ج 1 ص 154 باب من قال یم علی اکثر ظنہ ، صحیح مسلم ج 1 ص 211 باب النهی عن نشد الضالۃ فی المسجد)

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی نماز پڑھے اور اسے پتہ نہ چلے کہ کم پڑھی ہے یا زیادہ، تو اسے چاہئے کہ (آخری تشہد) بیٹھنے کی حالت میں دو سجدے کر لے۔

سجدہ سہو سلام کے بعد کرنا:

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الظُّهْرَ خَمْسًا فَقِيلَ لَهُ أَرِيدَ فِي الصَّلَاةِ؟ فَقَالَ وَمَا ذَاكَ؟ قَالَ صَلَّيْتُ خَمْسًا فَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ بَعْدَ مَا سَلَّمَ۔

(صحیح البخاری ج 1 ص 163 باب اذا صلی خمساً ، سنن النسائی ج 1 ص 185 باب ما یفعل من صلی خمساً)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی پانچ رکعات پڑھائیں۔ تو آپ سے کہا گیا کہ کیا نماز میں اضافہ ہو گیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیسے؟ کہا گیا کہ آپ نے پانچ رکعتیں پڑھی ہیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کے بعد دو سجدے کئے۔

سجدہ سہو میں دو سجدے کرنا:

عَنْ ثَوْبَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

يَقُولُ فِي كُلِّ سَهْوٍ سَجْدَتَانِ بَعْدَ مَا سَلَّمَ -

(سنن ابن ماجہ ج 1 ص 85 باب ما جاء فيمن سجد ما بعد السلام، سنن ابی داؤد ج 1 ص 149 باب من قام من ثنتين ولم يتشهد)

ترجمہ: حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ ہر سہو میں دو سجدے ہیں سلام کے بعد۔

سجدہ سہو سے پہلے ایک سلام پھیرنا:

1: عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ سَلَّمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي ثَلَاثِ رُكْعَاتٍ مِنَ الْعَصْرِ... فَصَلَّى الرُّكْعَةَ الَّتِي كَانَ تَرَكَ ثُمَّ سَلَّمَ ثُمَّ سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ السَّهْوِ ثُمَّ سَلَّمَ -

(صحیح مسلم ج 1 ص 214 باب النهی عن نشد الضالة)

ترجمہ: حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار عصر کی تین رکعتیں پڑھائیں (جب آپ کو کہا گیا) تو جو رکعت رہ گئی تھی وہ پڑھی پھر سلام کیا پھر سہو کے دو سجدے کئے پھر آخر میں سلام پھیرا۔“

2: عَنْ الْحُسَيْنِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَآبَا بَكْرٍ وَعُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمُ كَانُوا يُسَلِّمُونَ تَسْلِيمَةً وَاحِدَةً.

(مصنف ابن ابی شیبہ ج 3 ص 59، 60، من کان یسلم تسلیمة واحدة، رقم الحدیث 3081)

ترجمہ: حضرت حسن سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک سلام پھیرتے تھے۔

تشہد پڑھ کر سجدہ سہو کرنا:

عَنْ أَبِي عُبَيْدَةَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا كُنْتَ فِي صَلَاةٍ فَشَكَكَتَ فِي ثَلَاثٍ أَوْ أَرْبَعٍ وَكَبَّرْتَ طَيِّبًا عَلَى أَرْبَعٍ تَشَهَّدْتَ ثُمَّ

سَجَدْتَ سَجْدَتَيْنِ وَأَنْتَ جَالِسٌ قَبْلَ أَنْ تُسَلَّمَ ثُمَّ تَشْهَدُتْ أَيْضاً ثُمَّ تُسَلِّمُ۔
(سنن ابی داؤد ج 1 ص 154 باب من قال یتیم علی اکبر ظنہ)

ترجمہ: حضرت ابو عبیدہ بن عبد اللہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں:
”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم نماز میں ہو اور شک پڑ جائے کہ تین رکت پڑھی ہیں یا چار اور زیادہ گمان یہ ہو کہ چار ہی پڑھی ہیں تو تشهد پڑھو پھر دو سجدے کرو سلام سے پہلے بعد میں بھی تشهد پڑھو پھر سلام پھیرو۔“

ادائے عاشقانہ

امام ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ محدثین کے امام ہیں۔ صحاح ستہ میں شامل ان کی سنن ان کے زندہ و جاوید ہونے کے لیے کافی ہے، ایک بار وہ کشتی میں سفر کر رہے تھے، دریا کے کنارے ایک آدمی کو چھینکنے کے بعد "الحمد للہ" کہتے ہوئے سنا۔ چھینکنے والا "الحمد للہ" کہے تو جواب میں "یرحمک اللہ" کہنا سنت بھی ہے اور مسلمان بھائی کا حق بھی، امام کی کشتی آگے نکل گئی۔ آپ نے ایک دوسری چھوٹی کشتی ایک درہم کے عوض کرایہ پر لی، چھینکنے والے کے پاس آئے اور انہیں "یرحمک اللہ" کہا۔ اس نے جواب میں "یہدیکم اللہ" (اللہ آپ ہدایت دے) کہا، امام واپس اپنی کشتی پر آگئے، ساتھیوں نے ان سے اس تکلف کی وجہ پوچھی تو فرمانے لگے کہ "مجھے خیال ہوا کہ ہو سکتا ہے یہ آدمی مستجاب الدعوات ہو، اللہ کے ہاں اس کی دعا قبول ہوتی ہو، میرے "یرحمک اللہ" کہنے کے جواب میں وہ "یہدیکم اللہ" کہے گا۔ تو بہت ممکن ہے اس کی یہ دعا میرے حق میں قبول ہو جائے اس لیے میں کشتی لے کر اس کے پاس گیا۔ کہتے ہیں کہ جب سفر کرتے ہوئے رات کو کشتی کے مسافر سو گئے تو سب نے یہ ہاتھ غیبی سنی کہ آواز آرہی ہے "کشتی والو: ابو داؤد نے ایک درہم کے عوض اللہ سے جنت خرید لی ہے۔"

[کتابوں کی درگاہ میں ص 53، 52، مراسلہ: رانا محمد رضوان]

”قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ“ کے متعلق تین مضامین

ترتیب و عنوانات: مفتی شبیر احمد حنفی حفظہ اللہ

7 فروری 2013ء بروز جمعرات حضرت الشیخ متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ نے خانقاہ اشرفیہ اختر یہ مرکز اہل السنۃ والجماعۃ 87 جنوبی سرگودھا میں منعقدہ ماہانہ مجلس ذکر سے خطاب فرمایا، جس میں آیت قرآنی ”قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ“ کے متعلق تین مضامین ارشاد فرمائے۔ افادۂ عام کے لیے اس بیان کا خلاصہ پیش خدمت ہے۔

الحمد لله فحمدہ ونستعينه ونستغفره ونؤمن به ونتوكل عليه ونعوذ بالله من شرور انفسنا ومن سيئات اعمالنا من يهده الله فلا مضل له ومن يضلله فلا هادي له ونشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له ونشهد ان سيدنا ومولانا محمدا عبده ورسوله امام بعد فاعوذ بالله من الشيطان الرجيم: بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ: قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰ إِلَيَّ أَنَّمَا إِلَهُكُمُ إِلَهُ وَاحِدٌ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدًا۔ [الكهف: 110]

دجالی فتنہ سے حفاظت:

میں نے جو آیت کریمہ تلاوت کی ہے، یہ سورہ الکہف کی آخری آیت ہے۔ کل جمعہ کا دن ہے۔ اللہ رب العزت جمعہ کے دن ہمیں معمولات نبوت کو پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات پر عمل کرنا ہی نجات کا ذریعہ ہے۔ دجال کا فتنہ بہت سخت ہے۔ بڑے بڑے لوگوں کے دل اس سے کانپ جائیں گے۔ جو دجال کے فتنہ سے بچنا چاہے اس کے لیے بہترین طریقہ یہ ہے کہ وہ جمعہ

کے دن سورہ کہف کی تلاوت کرے۔ [تفسیر ابن کثیر تحت سورۃ الکہف]

اللہ ہم سب کو توفیق عطا فرمائے۔ [آمین]

بغیر الارم اٹھنے کا حیرت انگیز نسخہ:

سورت الکہف کی آخری [قُلْ لَوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا سے آخر سورت تک] آیات کی ایک خوبی اور خصوصیت ہے جو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان فرمائی کہ جو شخص رات کسی وقت اٹھنا چاہے اس آیت کو پڑھے اور اس وقت کی نیت کرے، اللہ اس کو اس وقت اٹھا دے گا۔ بغیر الارم کے اٹھنے کا بندوبست اللہ نے فرمایا ہے۔ [معارف القرآن: ج ۵ ص ۶۶۴ عن الثعالبی]

اللہ ہمیں اپنانے کی توفیق عطا فرمائے۔

میں یہ بات بطور کارگزاری کے عرض کرتا ہوں۔ میرا حمد اللہ تعالیٰ پورے ملک اور بیرون ملک معمول ہے کہ جس وقت کی نیت کر کے سوتا ہوں اسی وقت اللہ پاک اٹھا دیتے ہیں۔ اس کا اندازہ ان کو ہوتا ہے جو سفر میں میرے ساتھ ہوتے ہیں۔ فرق یہ ہے کہ بڑوں کی چھوٹی باتیں ہوتی ہیں اور چھوٹوں کی بڑی باتیں چھوٹی ہوتی ہیں۔ تو میں چونکہ بہت چھوٹا ہوں ان باتوں کی اس وقت اہمیت محسوس نہیں ہوتی۔

تین مضامین:

اس آیت کریمہ کی روشنی میں مضامین تو کئی بیان کیے جاسکتے ہیں، لیکن میں سمجھانے کے لیے تین مضمون پیش کرتا ہوں۔

1: لفظ ”قُلْ“ پر

2: اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ پر

3: فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا

تو تین مضمون آپ ذہن نشین فرمائیں۔

مضمون اول: لفظ ”قُلْ“:

اللہ رب العزت نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا ہے کہ آپ فرمائیں: اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ، تو یہ قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ، اللہ کا کلام ہے۔ ظاہر ہے کہ اللہ کے کلام ہونے کا معنی یہ ہے کہ کلام کے متکلم ”اللہ“ ہیں۔ اللہ اس کے متکلم کیسے ہیں؟ اللہ کی شان کے لائق ہے۔ میں عوام کو سمجھانا بھی چاہوں گا تو میرے بس میں نہیں ہے۔ شاید آپ حضرات سمجھ جائیں کہ یہ اللہ کی کلام نفسی ہے۔ جس کے ساتھ اللہ متصف ہیں اور اللہ جب سے ہے اس وقت سے خدا کا کلام ہے۔ اس کا معنی کیا ہے؟ یہ ایک علمی مسئلہ ہے جو عوام کے بس میں نہیں ہے۔ میں صرف اتنی بات عرض کرتا ہوں کہ: قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ، اللہ کا کلام ہے اللہ کے کلام ہونے کا معنی کہ اللہ اس کلام کے متکلم ہیں۔ قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ، اللہ نے فرمایا ہے اور ہم بھی پڑھتے ہیں: قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ، لیکن جب اللہ پڑھے تو مطلب اور ہے، جب ہم نے پڑھا تو مطلب اور ہے۔ یہ بات میں نے عرض کی ہے ایک مسئلہ اور مسئلے کا جواب دینے کے لیے۔

ہمارا اہل السنۃ والجماعۃ احناف دیوبند کا نظریہ ہے کہ اذان کے بعد درود پاک

ہو اور درود پاک کے بعد دعا ہو جو حدیث مبارک میں موجود ہے: اَللّٰهُمَّ رَبِّ هَذِهِ

الدَّعْوَةُ التَّامَّةُ [صحیح البخاری، باب الدُّعَاءِ عِنْدَ النَّبَاِ]

اہل بدعت کی بے ادبی:

بعض اہل بدعت کا ذوق یہ ہے کہ اذان سے پہلے بھی ”الصلوة والسلام علیک یا رسول اللہ“ کہو۔ یہ اہل بدعت کا ذوق ہے اہل السنۃ والجماعۃ کا ذوق نہیں ہے۔ اہل السنۃ والجماعۃ اس طریقے کے پابند ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہو اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے نقل ہو کر امت کے پاس پہنچا ہو۔ تو بعض اہل بدعت کو اصرار ہوتا ہے کہ آپ یہ صلوٰۃ کیوں نہیں پڑھتے؟ ہم اہل السنۃ والجماعۃ انہیں یہ بات سمجھاتے ہیں کہ اس لیے نہیں پڑھتے کہ ہمارا عقیدہ ہے ہم یہاں زندہ ہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں، ہم بھی مخلوق ہیں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی مخلوق ہیں لیکن کسی مخلوق کو جو عظمت اور رتبے میں بہت بڑی، تو ایسے بڑے آدمی کو دور سے پکارنا یہ ادب کے خلاف ہے۔ ہمیں چونکہ دیوبند والوں نے ادب سکھلایا ہے، اس لیے ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دور سے نہیں بلاتے، یہ ادب کے خلاف ہے۔ شاگرد اپنے استاد کو دور سے آواز دے کر نہیں پکارتا، مرید اپنے پیر کو دور سے آواز دے کر نہیں پکارتا، بیٹا اپنے باپ کو دور سے آواز دے کر نہیں پکارتا، تو امتی اپنے نبی کو دور سے آواز دے کر پکارے گا، تو یہ ادب کے خلاف ہے۔ اس لیے ہم نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دور سے ”یا رسول اللہ“ کہہ کر پکارنا چھوڑ دیا ہے۔

اہل بدعت کا اعتراض:

جب ہم یہ بات کہتے ہیں تو اہل بدعت ہماری اس دلیل پر اعتراض کرتے ہیں کہ جب ہم نماز پڑھتے ہیں تو دوران نماز میں قعدہ میں ہم کہتے ہیں: السَّلَامُ عَلَیْكَ أَیُّهَا

النَّبِيِّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ، [صحیح البخاری: باب التَّحِيَّاتِ فِي الْآخِرَةِ]

اگر دور سے یا رسول اللہ کہنا ادب کے خلاف ہے، تو نماز میں: اَيُّهَا النَّبِيُّ، کہنا بھی ادب کے خلاف ہے۔ اس لیے کہ "ایہا النبی" کہہ کر نبی پاک کو خطاب کیا ہے تو یہ خلاف ادب ہوا۔

اہل السنۃ والجماعۃ کا جواب:

ہم کہتے ہیں اذان سے پہلے اور اذان کے بعد ”الصلوة والسلام علیک یا رسول اللہ“ اور نماز میں التحیات میں: السَّلَامُ عَلَیْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ کہنا، ان دونوں میں فرق ہے۔ فرق کیا ہے؟

تین عبادات کے بدلے تین انعامات:

جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عرش پر تشریف لے گئے ہیں معراج کے موقع پر، تو اللہ نے پوچھا ہے: میرے پیغمبر! کیا لے کر آئے ہو؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کیا: التَّحِيَّاتُ لِلَّهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ،

التَّحِيَّاتُ لِلَّهِ: میری زبانی عبادات آپ کے لیے ہیں، وَالصَّلَوَاتُ: میری بدنی عبادتیں آپ کے لیے ہیں، وَالطَّيِّبَاتُ میری مالی عبادتیں آپ کے لیے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تینوں عبادتیں اللہ کی خدمت میں پیش کی ہیں، زبان بھی آپ کے لیے، بدن بھی آپ کے لیے اور میرا مال بھی اللہ کے لیے۔ اللہ رب العزت نے اس کے بدلے میں تین انعامات عطا فرمائے ہیں:

1: التَّحِيَّاتُ لِلَّهِ، کے بدلے: السَّلَامُ عَلَیْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ

2: وَالصَّلَاةُ، اس کے بدلے: ”وَرَحْمَةُ اللَّهِ“

3: ”وَالطَّيِّبَاتُ“ اس کے بدلے: ”وَبَرَكَاتُهُ“

التحيات لله: اے نبی! اگر آپ کی زبانی عبادت میرے لیے ہے تو پھر: ”السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ“ میرا قولا سلام بھی آپ کے لیے ہے۔ وَالصَّلَاةُ، اگر بدنی عبادت آپ کی میرے لیے ہے تو: وَرَحْمَةُ اللَّهِ، اس کے بدلے میں میری رحمت آپ کے لیے ہے۔ وَالطَّيِّبَاتُ، اگر آپ کا مال میرے لیے ہے تو وَبَرَكَاتُهُ: اس مال کی برکات میری طرف سے آپ کے لیے ہیں۔ تو تین چیزیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش کیں ہیں تو اللہ رب العزت نے تین چیزیں بطور انعام کے دی ہیں۔

الجامع لاحکام القرآن: تابع سورة البقرة، تفسير الثعلبي: تحت آية الاسراء

اس لیے جب ہم مسجد میں آتے ہیں تو دعا مانگتے ہیں: اللَّهُمَّ افْتَحْ لِي أَبْوَابَ رَحْمَتِكَ،

[مسلم: رقم الحديث 213]

اور جب مسجد سے نکلتے ہیں تو دعا مانگتے ہیں: اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ،

[سنن ابی داود باب فِيمَا يَقُولُهُ الرَّجُلُ عِنْدَ دُخُولِهِ الْمَسْجِدِ]

یہ دو دعائیں ہیں، آتی دفعہ یہ دعا کیوں اور جاتی دفعہ یہ دعا کیوں ہے؟ مسجد میں آئے ہیں نماز پڑھنے کے لیے اور مسجد سے باہر گئے ہیں اپنے دنیاوی کام کے لیے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ فَانْتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللَّهِ، [الجمعة: 10]

جب جمعہ کی نماز پڑھ لو، نماز سے فارغ ہو جاؤ تو باہر نکلو اور اللہ کا فضل یعنی روزی تلاش کرو۔

اللہ کا حکم ہے کہ روزی مسجد سے باہر تلاش کرو۔ مسجد میں اللہ سے رزق مانگو

لیکن مال کمانے کے لیے مسجد میں کام مت کرو۔ یہی وجہ ہے کہ مال تجارت مسجد میں ہو اور پھر آدمی تجارت کرے تو مکروہ ہے اور خلاف سنت ہے۔

جامع الترمذی: باب النہی عن البیع فی المسجد

مسجد میں کیوں آئے؟ نماز پڑھنے کے لیے اور باہر کیوں گئے ہیں؟ اللہ کا رزق تلاش کرنے کے لیے، تو جب مسجد میں آئیں تو دعا مانگتے ہیں: اللّٰهُمَّ افْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ، اے اللہ! حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب عرش پہ گئے تھے تو انہوں نے عرض کیا تھا: وَالصَّلَاةُ مِیْرٰی نَمَازِیْنِ تِیْرَے لیے، تو آپ نے فرمایا تھا: وَرَحْمَةُ اللّٰهِ اے نبی! میری رحمتیں آپ کے لیے تو نبی کی طرف سے نماز ہے اور آپ کی طرف سے رحمت ہے۔ اے اللہ! ہم مسجد میں آئے ہیں نماز کے لیے جو ہماری طرف سے ہے، اب آپ رحمت دیں جو آپ کی طرف سے ہو۔ اللہ نے عرش پر اپنے حبیب سے جو وعدہ فرمایا تھا نمازوں پر رحمت دینے کا، ہم مسجد میں آئے ہیں، ہم نے دروازہ کھولا ہے نماز کے لیے، اب آپ اپنے دروازے کھول دیجیے رحمتوں کے لیے۔ ہم نماز پڑھیں گے اور آپ رحمت عطا فرمادیں۔

اور جب مسجد سے نکلے ہیں تو: اللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ، اے اللہ! آپ نے قرآن میں اعلان فرمایا ہے ”وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ“ مسجد میں نماز پڑھو اور باہر جا کر فضل تلاش کرو، ہم جانے لگے ہیں اور آپ سے مانگ کر جارہے ہیں۔ مانگنا ہمارے ذمے ہے اور عطا کرنا آپ کے ذمے ہے۔

التحیات میں خطاب کی حقیقت:

اس موقع پر اللہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کیا: ”السَّلَامُ

عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ “اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں ”السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ“ فرماتے ہیں تو سامنے کسی نبی کو خطاب تو نہیں ہے نا! تو پھر یہ کیوں فرماتے ہیں؟ پتہ یہ چلا ”السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ“ جب نماز میں نبی نے پڑھا ہے تو کسی نبی کو خطاب نہیں کیا بلکہ جو عرش پر اللہ نے فرمایا: ”السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ“ اس عرش والے خدا کے کلام کو نبی نے فرش پر نقل فرمایا ہے اور جب صحابہ نے ”السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ“ کہا تو یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب نہیں کیا بلکہ اسی خطاب کو آگے نقل کیا ہے اور آج جب ہم کہتے ہیں ”السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ“ ہم نماز میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب نہیں کرتے بلکہ اللہ کے خطاب کو نقل کرتے ہیں۔

ہم ناقل حکم خداوندی ہیں:

اسی طرح قرآن کریم میں آیا ہے:

يَا أَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ ۝ قُمِ اللَّيْلَ إِلَّا قَلِيلًا [سورة المزمل: 1، 2]

اے نبی اٹھیں اور تہجد پڑھیں۔ ہم بھی کہتے ہیں: يَا أَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ ۝ قُمِ اللَّيْلَ إِلَّا قَلِيلًا، اے نبی اٹھیں اور تہجد پڑھیں۔ ہم اللہ کے نبی کو حکم تو نہیں دیتے۔

قرآن میں ہے: يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيشِهِنَّ [سورة الاحزاب: 59]

کہ اے نبی! آپ پر دے کا حکم دیں اپنی بیویوں کو، اپنی بیٹیوں کو اور ایمان والی عورتوں کو، جب ہم قرآن پڑھتے ہیں: ”يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيشِهِنَّ“ تو ہم نبی کو حکم تو نہیں دیتے کہ آپ بیویوں سے کہیں

کہ پردہ کریں، ہم حکم کیسے دیں گے؟ ہم اللہ کے حکم کو نقل کریں گے۔

خطاب کرنے اور نقل کرنے میں فرق:

تو بڑے کا خطاب کرنا اور ہوتا ہے اور نقل کرنا اور ہوتا ہے۔ تو جب ہم پڑھتے ہیں ”السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ“ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب نہیں کرتے بلکہ اللہ کے خطاب کو نقل کرتے ہیں اور یہ جو اذان سے پہلے ”الصلوة والسلام عليك يا رسول الله“ کہتے ہیں وہ نبی کو خطاب کرتے ہیں دور سے نبی کو خطاب کرنا خلاف ادب ہے اور بڑے کے خطاب کو نقل کرنا یہ عین ادب ہے۔ اس لیے ہم خطاب تو نہیں کرتے البتہ اللہ جل شانہ کے خطاب کو نقل کرتے ہیں۔

تجھ جیسا امام نہیں:

”التَّحِيَّاتُ لِلَّهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ“ پر میں ایک واقعہ سناتا ہوں، آپ بھی کتب میں پڑھتے ہیں۔ اس پر ایک علمی لطیفہ لکھا ہے کہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رحمہ اللہ مجلس میں تشریف فرما تھے، سبق جاری تھا۔ ایک اعرابی آیا اور اس نے آکر حضرت امام اعظم رحمہ اللہ سے پوچھا: ابو او او بو اوین؟ امام صاحب نے فرمایا: ”بو اوین“۔ اس نے کہا: ”بارك الله فيك كما بارك في لا ولا“، امام صاحب نے فرمایا: ”آمین“۔ شاگردوں نے پوچھا: حضرت! اس نے سوال کیا، ہمیں وہ بھی سمجھ نہیں آیا اور جو آپ نے جواب دیا ہمیں وہ بھی سمجھ نہیں آیا۔ اس نے جو دعا مانگی ہے ہمیں وہ بھی سمجھ نہیں آئی، آپ نے جو آمین کہا ہے وہ بھی ہمیں سمجھ میں آئی ہے۔ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے

التحیات دو قسم کا منقول ہے۔ ایک التحیات وہ ہے جس میں ”واؤ“ دو ہیں، جو ہم پڑھتے ہیں: التَّحِيَّاتُ لِلَّهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ،۔ یہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ والا ہے اور دوسرا التحیات وہ ہے جس میں ”واؤ“ ایک ہے: التَّحِيَّاتُ لِلَّهِ الطَّيِّبَاتُ وَالصَّلَوَاتُ لِلَّهِ، ظاہر ہے جب دو ”واؤ“ ہوں گے تو نیکیاں بڑھ جائیں گی، ایک ”واؤ“ ہو گا تو نیکیاں کم ہو جائیں گی، اور دونوں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں۔ اس نے مجھ سے پوچھا: ابو او ابو اوین؟ التحیات کون سا پڑھیں؟ دو ”واؤ“ والا یا ایک ”واؤ“ والا، تو میں نے کہا: ابو اوین، دو ”واؤ“ والا، اس نے مجھ سے مسئلہ پوچھا ہے میں نے اس کو مسئلے کا جواب دیا ہے۔ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کو اللہ تعالیٰ نے جیسا علم عطا فرمایا ایسی عقل بھی عطا فرمائی ہے۔ بڑی دور کی بات حضرت امام سمجھ جاتے تھے۔ عام بندے کی نگاہ وہاں تک جا بھی نہیں سکتی۔ فرمایا: اس نے مسئلہ پوچھا ہے: ابو او ابو اوین؟ تو میں نے جواب دیا ہے ابو اوین کہ التحیات دو ”واؤ“ والا پڑھو ایک والے کی بجائے، پھر اس نے مجھے دعا دی ہے: بَارَكَ اللهُ فِيكَ كَمَا بَارَكَ فِي لَوْلَا، اس نے قرآن کی آیت کی طرف اشارہ کیا ہے قرآن کریم میں ہے: اللهُ نُورُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ مَثَلُ نُورِهِ كَمِثْسَاةٍ فِيهَا مِصْبَاحٌ الْمِصْبَاحُ فِي زُجَاجَةٍ الزُّجَاجَةُ كَأَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُوقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُبَارَكَةٍ زَيْتُونَةٍ لَا شَرْقِيَّةٍ وَلَا غَرْبِيَّةٍ،

[سورہ النور: 35]

اللہ نے اپنے نور کی مثال دی ہے اور قرآن کریم میں زیتون کے درخت کا ذکر ہے ”زَيْتُونَةٍ لَا شَرْقِيَّةٍ وَلَا غَرْبِيَّةٍ“ کہ زیتون کا درخت نہ مشرق رخ ہے نہ مغرب رخ۔ اس نے مجھے کہا: بَارَكَ اللهُ فِيكَ كَمَا بَارَكَ فِي لَوْلَا، اللہ آپ کے علم اور

ذات میں ایسی برکت دے جیسے اللہ نے زیتون والے درخت میں دی ہے۔ میں نے کہا آمین۔

بدائع الصنائع: ج ۱ ص ۲۹۷ بیان کیفیۃ القعدة

عصر حاضر کا بڑا فتنہ؛ غیر مقلدیت:

امام صاحب بہت بڑے آدمی تھے اور بڑے آدمی کو سمجھنے کے لیے عقل بھی چاہیے اور دماغ بھی چاہیے۔ جتنے وہ بڑے آدمی تھے اور ان کے مخالف اتنے ہی بڑے بد دماغ اور بیوقوف تھے۔ حضرت امام صاحب کو سمجھنے کے لیے غیر مقلد کی عقل کافی نہیں ہے اس کے لیے اللہ تقلید والی نعمت عطا فرمائے تو پھر بات سمجھ آتی ہے۔ اپنے عنوان پر بہت پختہ اور مضبوط رہا کریں اور غیر مقلدیت سے نفرت کریں جیسے نفرت کرنے کا حق ہے۔ جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اچھا نہیں سمجھتا بھلا اسے اچھا مان سکتے ہیں؟ جو ائمہ کو اچھا نہ سمجھے ہم اسے اچھا سمجھ سکتے ہیں؟ ہمارے بس میں نہیں اور ہماری غیرت کا تقاضا ہے حضرت امام اعظم اللہ کے ولی ہیں اور جو اللہ کے ولی سے محبت نہ کرے ہم اس سے کبھی محبت نہیں کرتے اور جو اللہ کے ولی سے پیار کرے ہم اس کے غلام ہیں اور اس کے نوکر ہیں۔ غیر مقلدیت اتنا بڑا فتنہ ہے کہ امام اہل السنۃ شیخ التفسیر والحديث مولانا سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ ”اس صدی کا سب سے بڑا فتنہ غیر مقلدیت ہے“، اللہ پاک فتنے کو فتنہ سمجھ کر اس فتنے سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔

مضمون دوم: بشریت رسول صلی اللہ علیہ وسلم:

قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحٰى اِلٰى اَنْمَآ اِلَٰهُكُمْ اِلَٰهٌ وَّاحِدٌ یہ کلام اللہ کا ہے۔

اللہ نے حکم دیا ہے کہ اے نبی! آپ ان کو فرماؤ کہ میں بشر ہوں انسان ہوں تم جیسا۔ لیکن مجھ میں اور تم میں فرق ہے، نبی اور امتی میں امتیاز یہ ہے کہ نبی پر وحی آتی ہے اور امتی پر وحی نہیں آتی۔ یہ دو باتیں کیوں ہیں؟

نبی اور امتی میں فرق:

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے بہت پیاری بات لکھی ہے کہ:

1: دونوں میں شرکت کیوں ہے؟

2: ان میں امتیاز کیوں ہے؟

فرماتے ہیں: إشارة إلى جهة مشاركته للناس وجهة امتیازة ولولا تلك المشاركة ما حصلت الإفاضة ولولا ذلك الإمتیاز ما حصلت الاستفاضة
روح المعانی: تحت الآیة قل انما انا بشر
عجیب جملہ فرمایا۔ یہ جملہ میں نقل کرتا ہوں طلباء اور علماء کے لیے، ان کا ذوق ہوتا ہے عربی جملوں کا۔ حضرت علامہ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ولولا تلك المشاركة ما حصلت الإفاضة ولولا ذلك الإمتیاز ما حصلت الاستفاضة۔

کہ اگر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بشر نہ ہوتے تو امت کو فائدہ پہنچاتے کیسے؟ نبی پاک فرماتے: روزہ رکھو! تو لوگ کہتے کہ جی بھوک لگتی ہے۔ حضور فرماتے: مجھے تو بھوک نہیں لگتی میں تو فرشتہ ہوں، لوگ کہتے: آپ کو بھوک نہیں لگتی اس لیے روزہ رکھتے ہیں۔ ہمیں تو بھوک لگتی ہے ہم روزہ کیسے رکھیں؟ تو فرمایا کہ تم کو بھوک لگتی ہے تو مجھے بھی بھوک لگتی ہے، تمہارے پیٹ پر ایک پتھر ہے تو میرے پیٹ پر دو پتھر ہیں۔ کوئی کہتا: حضور! آپ تو اس لیے جہاد پہ جاتے ہیں، اگر آپ کو کوئی مارے تو آپ

کو زخم آنا ہی نہیں ہے۔ اگر زخم آگیا تو درد ہونا ہی نہیں ہے۔ آپ تو اس لیے جاتے ہیں، ہم کیوں جائیں؟ ہمیں تو زخم بھی آئے گا اور درد بھی ہوگا۔ اللہ نے نبی کو بشر بنایا کہ جیسے تمہیں دکھ آتا ہے میرے نبی کو بھی آتا ہے، تمہیں تکلیف ہوتی ہے تو میرے نبی کو بھی تکلیف ہوتی ہے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ نے بشر کیوں بنایا؟ تاکہ امت کے لیے فائدہ حاصل کرنا آسان ہو۔

اگلی بات فرمائی: ولولا ذلك الإمتياز ما حصلت الاستفاضة، اور اگر نبی اور امت میں کوئی فرق نہ ہوتا تو لوگ نبی سے فائدہ حاصل ہی نہ کرتے، کہتے: جیسے یہ ہیں ایسے ہم ہیں، ہم میں اور ان میں فرق ہی کیا ہے؟ اللہ فرماتے ہیں: نہیں! ان پر وحی آتی ہے تم نہیں آتی۔ لہذا تم پیغمبر سے فائدہ حاصل کرو۔ اس لیے اللہ پاک نے بشر بنایا ہے۔

ذات بشر و صف نور:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی آئی ہے اور چونکہ وحی نور ہوتی ہے اس لیے اس وحی کے ثمرات اور اثرات کی وجہ سے پیغمبر کی ذات پر اوصاف نورانیت کا غلبہ ہوتا ہے۔ پورے جسم میں اصل خلاصہ انسان کا دل ہوتا ہے۔ اس لیے حدیث مبارک میں ہے کہ جسم میں ایک ٹکڑا ہے۔ اگر وہ ٹھیک ہو جائے تو پورا جسم ٹھیک ہو جاتا ہے، اگر وہ خراب ہو جائے تو پورا جسم خراب ہو جاتا ہے ”الا وهي القلب“ فرمایا: وہ دل ہے۔

صحیح البخاری: باب فضل من استبرأ لدينه

اور وحی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل پر آتی ہے، نبی کی آنکھ یا کان پر

نہیں آتی۔ اصل دل ہے۔ وحی جب قلب پر آتی ہے تو قلب نورانی ہوتا ہے اور اس قلب کے نورانی ہونے کی وجہ سے پیغمبر کی آنکھ بھی نورانی ہے، ہاتھ بھی نورانی ہیں اور پیغمبر کا وجود اطہر نورانی ہے لیکن اصل تونبی کا قلب اور بدن بشری ہوتا ہے۔ اس پر وحی آنے سے نورانیت کے اوصاف کا غلبہ ہوتا ہے اس لیے ہم کہتے ہیں کہ نبی ذات کے اعتبار سے بشر ہوتا ہے اور اوصاف کے اعتبار سے نور ہوتا ہے۔

مضمون سوم: اللہ سے ملاقات کا سامان

اللہ فرماتے ہیں: **فَمَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدًا**

تم میں سے جو شخص اللہ سے ملاقات کا ارادہ رکھتا ہے وہ ان باتوں کا اہتمام کرے:

1: وہ نیک عمل کرے۔

2: اپنے عمل کے اندر ”ریا“ شامل نہ کرے، اپنے عمل کو خالص رکھے۔

یہ بات بڑی سمجھنے کی ہے: **فَمَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدًا**، جو بندہ اللہ سے ملاقات کرنے کا ارادہ رکھتا ہے اور وہ سمجھتا ہے کہ مجھے اللہ سے ملنا ہے تو وہ ان باتوں کا خیال کرے کہ اپنے نیک اعمال میں ملاوٹ نہ کرے، اخلاص کے ساتھ نیک عمل کرے۔

نیک عمل کیوں کریں؟

پہلے یہ سمجھیں کہ نیک اعمال کی بات کیوں کی ہے؟ دیکھیں! جب کوئی آدمی کسی بڑے کے پاس جائے تو سمجھتا ہے کہ میں بڑے کے پاس کیوں جا رہا ہوں اور اس کو ذہن میں رکھتا ہے کہ جس بڑے کے پاس میں جاتا ہوں یہ بڑا کس بات پہ خوش

ہوتا ہے؟ اگر بڑے سے کوئی چیز لینی ہو تو کس چیز سے خوش ہو کر مجھے دے گا؟ اس کے مزاج کا پتہ ہو، پھر بڑے کے پاس جاتا ہے ورنہ بڑے کے پاس نہیں جاتا۔ کائنات میں سب سے بڑا کون ہے؟ [اللہ: سامعین] سب کچھ تو اللہ سے لینا ہے، دنیا میں بھی، قبر میں بھی اور حشر میں بھی، فرمایا کہ جس کا یہ ارادہ ہو اور سمجھتا ہے کہ مجھے سب کچھ خدا سے ملنا ہے وہ نیک اعمال کا خیال کرے کیونکہ اللہ رب العزت نیک عمل کرنے سے خوش ہوتے ہیں اور برے عمل سے ناراض ہوتے ہیں۔ خوش ہوتے ہیں تو عطا فرماتے ہیں، جب ناراض ہوتے ہیں عطاؤں کو روک لیتے ہیں۔ اگر خدا کی عطا چاہتے ہو تو برے اعمال کو چھوڑو اور نیک اعمال کرو۔ ہمیں نیک اعمال کا اہتمام کرنا چاہیے

نیک عمل کیا ہے؟

نیک عمل کہتے کسے ہیں؟ اس کی سب سے آسان تعبیر اور سب سے آسان معنی یہ ہے: ”وہ عمل جو سنت کے مطابق ہو“ نیک عمل وہ عمل ہو گا جو سنت کے مطابق ہو گا۔ نتیجہ کیا نکلے گا؟ اگر اللہ سے ملنے کا ارادہ ہے تو پھر سنت اعمال کا خیال کرنا چاہیے۔ اللہ ہم سب کو اعمال مسنونہ کی توفیق عطا فرمائے۔ [آمین]

شرک جلی و خفی:

ساتھ وضاحت فرمادی: وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدًا، آدمی شرک نہ کرے۔ میں نے اس کا معنی کیا ہے: ”ریانہ کرے“۔ اصل تو ”شرک نہ کرے“ ہے۔ علامہ آلوسی رحمہ اللہ یہ دونوں باتیں ارشاد فرماتے ہیں:

إِشْرَاكَ جَلِيًّا كَمَا فَعَلَهُ الَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ وَلِقَائِهِ وَلَا إِشْرَاكَ خَفِيًّا كَمَا

يَفْعَلُهُ أَهْلُ الرِّيَاءِ، [روح المعاني: سورة الكهف تحت هذه الآية]

کہ کھلا شرک نہ کرے جیسے مشرک اور کافر کرتا ہے اور نہ تو چھپا شرک کرے جیسے ریا کار شرک کیا کرتے ہیں۔ ایک شرک جلی ہے اور ایک شرک خفی ہے۔

شرک جلی کیا ہے؟ اللہ کے ساتھ کسی اور کو معبود بنانا اور شرک خفی یہ ہے کہ اعمال اللہ کے لیے بھی کرے اور ساتھ ساتھ اوروں کی نیت بھی کرے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے حدیث منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص نے عرض کی: یا رسول اللہ! جہاد کرتا ہوں خالص اللہ کے لیے اور ساتھ یہ بھی دل میں ہوتا ہے کہ لوگ مجھے بہت دلیر سمجھیں۔ اس پر قرآن کی آیت اتری ہے: ”فَمَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدًا“ [مستدرک علی الصحیحین: ج ۲ ص ۱۲۲، کتاب الجہاد]

اگر اللہ سے ملنا ہے تو پھر اپنے عمل میں کسی کو شریک نہ کرو، عمل خالص اللہ کی ذات کے لیے کرو، اس کے اندر ریا کو شامل مت ہونے دو۔

یہ ریا نہیں!

لیکن ایک بات ذہن نشین فرمائیں، آدمی عمل تو اللہ کے لیے کرتا ہے اور کبھی کسی کو پتہ چل جائے تو بندہ خوش بھی ہوتا ہے یہ خوش ہونا اخلاص کے منافی نہیں ہے۔ جامع ترمذی میں روایت موجود ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں گھر میں چھپ کر نماز پڑھتا ہوں، اچانک باہر سے کوئی بندہ میرے گھر میں آتا ہے وہ جب مجھے نماز پڑھتے دیکھتا ہے تو میں خوش ہوتا ہوں کہ اس کو میری نماز کا پتہ چلا ہے۔ یہ شرک تو نہیں ہے، ریا تو نہیں ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس پر اللہ تمہیں دو اجر عطا فرمائیں



گے؛ ایک اجر چھپ کر نماز پڑھنے کا اور دوسرا اجر کھلے علانیہ عمل کرنے کا۔ تمہیں

دونوں کا اجر ملے گا۔ [جامع الترمذی: باب عمل السر]

کیونکہ جب تم نے نماز شروع کی تھی لوگوں کے لیے نہیں خالص اللہ کے لیے کی، جب کسی کو عمل کا پتہ چل گیا ہے تو تم اس پر خوش ہو یہ ریا نہیں ہے۔ اس پر تمہیں خوش ہونا چاہیے۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے پوچھا: یا رسول اللہ! بسا اوقات ایک بندہ دینی کام کرتا ہے اور اس کے دینی کام کی شہرت ہوتی ہے اور پھر لوگ اس کا تذکرہ کرتے ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑا پیارا جواب دیا: تلك عاجل بشری المؤمن۔ [صحیح مسلم باب إذا أثنى على الصالح فهي بشرى ولا تضره]

فرمایا یہ مومن کا نقد انعام ہے جو خدا نے اس کو دنیا میں عطا کیا ہے۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین

انا لله وانا اليه راجعون

جامعہ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی کے استاذ الحدیث مفتی عبد المجید دین پوری کو نامعلوم افراد نے فائرنگ کر کے شہید کر دیا۔ مظفر گڑھ صابر شکور کے چچا جان انتقال کر گئے۔ اتحاد اہل السنۃ والجماعۃ لاہور کے امیر مولانا عبدالشکور حقانی صاحب کے صاحبزادے محمد عبداللہ انتقال کر گئے۔

چک 92 جنوبی سرگودھا مولانا امان اللہ کے برادر نسبتی وفات پا گئے۔

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرما کر درجات کو بلند فرمائے۔ آمین

لوح ایام

19 جنوری: حضرت الاستاذ متکلم اسلام دورہ دوم بنی سے واپس تشریف لائے۔

21 جنوری: متکلم اسلام مسلکی حوالہ سے صوابی تشریف لے گئے۔

22 جنوری: ممتاز عالم دین مولانا الیاس فیصل صاحب [حال مقیم مدینہ منورہ] مرکز میں تشریف لائے اور طلباء کو مسلکی حوالہ سے کام کرنے کے طریقہ سے آگاہ کیا۔

مشہور عالم دین مولانا قاری سعید صاحب [تلہ گنگ] کو نامعلوم افراد نے گولی مار کر شہید کر دیا۔ 23 جنوری کو متکلم اسلام حفظہ اللہ نے حضرت قاری صاحب کی نماز جنازہ میں شریک ہوئے۔ نماز جنازہ سے قبل حیات شہداء کے حوالہ سے مختصر و مدلل گفتگو فرمائی۔

31 جنوری: متکلم اسلام حفظہ اللہ استاد المناظرین علامہ عبدالستار تونسوی رحمہ اللہ کی تعزیت کے لیے مظفر گڑھ تشریف لے گئے۔ حضرت رحمہ اللہ کے صاحبزادے، بھائی حسنین، بھائی عثمان حیدر سے ملاقات کی اور مسلکی حوالہ سے حضرت تونسوی رحمہ اللہ کی خدمات کو سراہا۔

یکم فروری: مرکز اہل السنۃ والجماعۃ میں ماہانہ تین روزہ دورہ تحقیق المسائل کا آغاز ہوا جس میں شریک طلباء کو مختلف اساتذہ نے عقائد و مسائل اہل السنۃ والجماعۃ پر دلائل دیئے۔



مرکز اہل السنّت والجماعت

زیر سرپرستی

محمد الیاس گھمن

ایک ادارہ، ایک تحریک

شعبہ جات

شعبہ حفظ القرآن الکریم

ایک سالہ تخصص فی التحقیق والدعوة (برائے فضلاء کرام) ماہ شوال تا ماہ شعبان

پندرہ روزہ دورہ تحقیق المسائل (برائے طلبہ عظام) ماہ شعبان

تین روزہ تحقیق المسائل کورس (برائے عوام الناس)

ہر انگریزی ماہ کی پہلی جمعرات شام تا اتوار صبح ۱۰ بجے

ماہانہ مجلس واصلاحی بیان (برائے مریدین و سالکین)

ہر انگریزی ماہ کی پہلی جمعرات مغرب تا عشاء

قافلہ حق (سہ ماہی) - فقیہ (ماہنامہ) - بنات اہل السنّت (ماہنامہ برائے خواتین)

مکتبہ اہل السنّت والجماعت

(فکری و نظریاتی کتب، پوسٹرز، آڈیو کیسٹس اور سی ڈیز کی ترسیل کیلئے)

مرکز اصلاح النساء (خواتین اور بچیوں کی دینی تعلیم اور اخلاقی تربیت کا ادارہ)

احناف میڈیا سروس www.ahnafmedia.com

(پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا میں اسلامک کلچر کے فروغ کیلئے)

احناف ٹرسٹ (مندرجہ بالا تمام شعبہ جات میں مالی معاونت کیلئے)

ان تمام شعبہ جات میں مرکز کے ساتھ ذکوۃ، فشر، صدقات کی مد میں تعاون فرمائیں

محمد الیاس بنام

اکاؤنٹ نمبر
1401-03600000900

میزان بینک سرگودھا

خط و کتابت مرکز اہل السنّت والجماعت، 87، جنوبی لاہور روڈ سرگودھا

E-mail: markazhanfi@gmail.com 0346-7357394 - 048-3881487